وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنٌ
وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

"اے کونین کے تاجدار ﷺ! آپ سے زیادہ حسین کسی آنکھ نے دیکھا نہیں اور آپ ﷺ سے بڑھ کر حسین و جمیل کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔ آپ ہر عیب سے پاک پیدا ہوئے ہیں اور یوں لگتا ہے جیسے آپ اپنی مرضی کے مطابق پیدا ہوئے ہیں۔"

حاصل مطالعہ

ہجرت کا اصل محرک

مدینے کی طرف ہجرت کا اصل محرک صرف یہ تھا کہ آپ ایک خدا کی عبادت کرنا چاہتے تھے، اور خدا کے بندوں کو یہی دعوت دیتے تھے، مگر مکے والے نہ اس کے روادار تھے، کہ آپ ﷺ ان کے خود ساختہ معبودوں کو چھوڑ کر ایک خدا کی عبادت کریں نہ انہیں یہ گوارا تھا کہ آپ مکہ میں خدائے واحد کی عبادت کا پرچار کریں......ان کا اصرار تھا کہ خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بتوں کی عبادت ہوگی، اور آپ کا مشن یہ تھا کہ یہاں اس ایک اللہ کی عبادت ہو جس عبادت کے لیے ہی یہ تعمیر کیا گیا ہے۔

یہ کشمکش بڑھتی ہی گئی، اور مسلمانوں کے لیے مشرکین مکہ نے اپنے وطن کی زمین تنگ کردی، مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت دی گئی اور مسلمانوں نے اس عزم و فیصلے کے ساتھ اپنا وطن چھوڑ کر حبشہ کی طرف ہجرت کی، کہ وہ عبادت ایک ہی خدا کی کریں گے، چاہے اس کے لیے انہیں روئے زمین کے کسی خطے میں جانا پڑے، اس لیے کہ ان کے ربّ کا یہی حکم ہے:

﴿يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ﴾ (العنکبوت : ٥٦)

''اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو میری زمین وسیع ہے پس تم میری ہی عبادت کرو۔''

یعنی مکے کی سرزمین اگر ان ظالموں نے تمہارے لیے تنگ کر دی ہے اور یہاں یہ لوگ تمہیں ایک خدا کی بندگی نہیں کرنے دیتے تو یہاں سے ہجرت کر جاؤ، خدا کی زمین بہت وسیع ہے، جہاں تمہیں یہ موقع ہو وہاں جا کر بس جاؤ۔ وطن، ملک، خاندان اور مال و دولت سب کچھ چھوڑا جا سکتا ہے مگر اپنا نصب العین نہیں چھوڑا جا سکتا۔

صحابہ کرام گروہ در گروہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے لگے، ممتاز صحابہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی مرتضٰی ہی مکے میں رہ گئے ......اس وقت مکہ کے مشرکین نے باہمی مشورے سے یہ فیصلہ کیا کہ خاتم الانبیاء کو (توبہ توبہ) قتل کر دیا جائے۔ رات کے وقت کچھ نوجوانوں نے آ کر رحمت عالم ﷺ کے گھر کو گھیر لیا، اور یہ سوچا کہ صبح کو جب آپ نکلیں گے تو یکبارگی سب کے سب آپ پر ٹوٹ پڑیں گے۔

تیرہ سال سے آپ ﷺ ان کو خدائے واحد کی عبادت کا پیغام دے رہے تھے، لیکن ان سنگ دلوں نے آپ کی بات سن کر نہ دی، اور آخر کار آپ ﷺ اس رات مدینے جانے کے لیے اپنے گھر سے نکل کھڑے ہوئے، نبوت کا تیرھواں سال تھا، ماہِ صفر کی ۲۷ تاریخ تھی۔ جمعہ کی مبارک رات تھی۔ آپ سورۂ یٰسٓ کی تلاوت کرتے ہوئے ان محاصرہ کرنے والوں کے درمیان سے نکلے لیکن خدا کی حفاظت اور انتظام کہ وہ آپ ﷺ کو دیکھ نہ سکے، اور آپ ﷺ رات کی تاریکی میں اپنے مخلص رفیق کے ساتھ مکے سے مدینے کے لیے روانہ ہو گئے۔

فہرست

ادار یہ

جائزہ

حافظ احمد شاکر

نبی ﷺ آخری نبی ہیں اور اسلام آخری دین ہے۔ اس کو اگر یوں تعبیر کیا جائے کہ دین اسلام قیامت تک رہے گا، کافر اگرچہ اس کو ناپسند کریں، اور اسلام ہی تمام دینوں پر غالب آ کر رہے گا تو یہ بات بھی غلط نہ ہوگی۔ کافروں کی ناپسندیدگی کی تازہ مثال پچھلی صدی میں کفار کی وہ دسیسہ کاریاں اور سازشیں ہیں جو کفار نے قومیتوں کا فتنہ ابھار کر مسلمانوں کی خلافت گرانے اور مسلمانوں کو پارہ پارہ کرنے کے لیے کی تھیں۔ خلافت کو تاراج کرتے وقت کفار جن مسلمان ممالک میں بے عملی یا بے دینی کا زہر گھولنے میں کامیاب ہوگئے اور جن ممالک کے مسلمان حکمرانوں نے اس میٹھے زہر کو تریاق جان کر اپنے عوام میں سرایت کرنے کی کوشش کی ان میں سے کچھ بالآخر اپنے انجام کو پہنچ کر رخصت ہوگئے اور کچھ ممالک اسلامیہ حال میں اٹھنے والے انقلاب کی طوفانی لہروں کی زد میں آ چکے یا آ رہے ہیں۔ اور باقی جنہوں نے بے عملی اور لا دینی لہروں کو ردّ کر دیا اور اپنے خطۂ حکمرانی میں دین کو نافذ کیا، غالب رکھا اسلامی شعائر کا احترام کیا اور بطور مملکت اس میں بے عملی اور لا دینیت کی نہ تبلیغ کی، نہ ہونے دی اور نہ ہی عوام کو خوش حال رکھ کر قومیت کے زہر کی نمو ہونے دی، ان ممالک میں اب تک نسبتاً بلکہ دیگر ممالک کے مقابلہ میں بہت خیر ہے اگرچہ مغربی میڈیا کی دراندازی سے ان ممالک میں بھی نصف صدی پہلے جیسا ...... غلبۂ دین کا ...... ماحول تو نہ رہا لیکن پھر بھی علمائے دین کا احترام، فرائض کا اہتمام، عاملین شریعت کی عزت افزائی، عصری تعلیم پر دینی تعلیم و تعلم کا تفوّق ان ممالک میں دیگر ممالک کی نسبت بے روزگاری بھی کم اور اسی طرح جرائم کا گراف بھی پست رہا، ہمارے خیال میں یہ واضح فرق صرف اور صرف ان ممالک کے حکمرانوں کا اللہ تعالیٰ سے تعلق، رابطہ، اعتماد اور اسی باری تعالیٰ کی ذات پر انحصار کی برکت کی وجہ سے ہے۔

سرکاری و غیر سرکاری میڈیا، حکم ران اور سیاسی لیڈر سب نظریہ پاکستان 'جسے اسلامی نظام کا ہم معنی کہا جاتا ہے' ہی کو قیام پاکستان کا مقصد قرار دیتے رہے اور اب تک دے رہے ہیں۔ سیاستدان اور حکمران اس میں کس حد تک مخلص تھے؟ یہ کوئی ایسی پہیلی نہیں کہ سمجھ نہ آ سکے۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد جب پاکستان کے عوام اسلامی نظام کا تقاضا کرنے لگے تو سیاستدانوں، حکمرانوں اور بیوروکریٹس مسلمانوں کے فقہی اختلافات کی آڑ لے کر جب یہ راگنی الاپنے لگے کہ کون سا اسلام؟ تو تمام فقہی مکاتب فکر کے ۳۱ علماء نے ۲۲ نکات پر مشتمل متفق علیہ دستاویز پیش کر کے ان کا مونہہ بند کر دیا لیکن اسلامی نظام کا نفاذ نہ ہونا تھا نہ ہوا اس لیے کہ کوئی سیاست دان، حاکم یا بیوروکریٹ اسلامی نظام چاہتا ہی نہیں تھا کہ سیاست دان ...... جن کی اکثریت ...... وہ جاگیردار تھے جو انگریز کے پشتینی وفادار تھے، حکمران انگریزوں ہی کی تربیت یافتہ ...... دیسی انگریز ...... تھے اور بیوروکریٹس کی تو تعلیم و تربیت ہی طاغوت کے اس عالمی نکتہ کے دائرہ میں ہوئی کہ مذہب انفرادی مسئلہ ہے نظام حکومت سے ...... معاذ اللہ ...... اس کا کیا تعلق؟

لیکن حکمرانوں اور سیاستدانوں کی مجبوری تھی کہ وہ اسلامی نظام کے نفاذ سے کھل کر نہ کبھی انکار کر سکے اور نہ ہی اس سے اظہار لاتعلقی بلکہ عوام 'جو کہ بہ دل و جان اسلام سے قلبی تعلق رکھتے تھے' سے ووٹ لینے یا ہمدردی حاصل کرنے کے لیے ان کو ہمیشہ اسلام ہی کا نام استعمال کرنا پڑا۔ جہاں تک یاد پڑتا ہے ۶۳ سال کے سول حکمرانوں میں سے ایک آدھ حکم ران ہی غیر جاگیردار آیا ہوگا لیکن حصولِ اقتدار اور بقائے حکم رانی کے لیے نعرہ سب نے اسلام ہی کا لگایا۔ ہاں! طاغوت اسلام مخالف یا اسلام بیزار طریق سیاست کی بدنامی لینے کے بجائے پاکستانی عوام کے عقائد میں لچک، اہل دین کی بے قدری، شعائر اسلام کی بے توقیری، آوارگی، ژولیدہ فکری اور فحش کو پھیلایا، عوام کو آسائش کا عادی بنا دیا گیا، سود کو رواج

دیا گیا، غرضیکہ عوام میں غیر اسلامی طریق حیات کی نموخوب کی گئی خصوصاً جب سے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا ...... مادر پدر ...... آزاد کیا گیا تب سے عوام کی علم، مطالعہ، تدبر سے پالیسی کے مطابق علم سے محرومی کے ساتھ ساتھ دین سے بھی دوری بڑھتی گئی تا آنکہ لادینی قوتوں نے نصف صدی بعد مشرف کی شکل میں ایک ایسا ''دیدہ ور'' ڈھونڈ ھ لیا جس نے کھل کر ...... اسلامی تاریخ کے لادین حکمران ...... اتاترک کو اپنا آئیڈیل قرار دے دیا اور بڑی تمکنت سے اپنی سگ بدست تصویروں سے لادینیت کا ثبوت بھی دے دیا۔ اس نے تعمیر مساجد کے لیے نئے قوانین ایجاد کیے، مدارس دینیہ اور علمائے دین کے خلاف کھل کر دریدہ دہنی کی گئی۔ عالمی طاغوت کی مسلم کش پالیسی کے سامنے اس نے صرف بند ہی نہیں باندھا بلکہ بھیگی بلی بن کر اس کی عملی تائید بھی کرتا رہا اور اس نے طاغوت سے تعاون اس حد تک کیا کہ مسلمانوں کو کفار کے ہاتھ بیچ دیا اور پھر ڈھٹائی سے رقم کی وصولی کا اپنی کتاب میں اعتراف بھی کیا۔ طاغوت نے سینکڑوں بے گناہ مسلمانوں کے خونِ ناحق کی جو ہولی کھیلی اس میں اس نے بھرپور مدد کی اور جامعہ حفصہ کی ہزاروں بے گناہ بچیوں کو اپنے ہی وطن کی فورسز کی وردیوں میں ملبوس افراد نے اسی کے دورِ حکمرانی میں تہہ وتیغ کیا۔ وطن عزیز کے اس اندوہناک موقع پر تمام مذہبی سیاسی جماعتوں کے سربراہ کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے مظلوم بچیوں کو ظالموں کے محاصرے میں چھوڑ کر لندن کی اے پی سی کانفرنس میں شرکت کے لیے روانہ ہو گئے اور اب تک کسی کی پیشانی سے عرقِ ندامت کا ایک قطرہ نہیں ٹپکا۔

اللہ نہ کرے کہ ایسا ہو لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ ماضی میں یہ سب کچھ اتمام حجت کے لیے ہوتا رہا پھر مشرف نے اپنا کام مکمل کر لینے کے بعد جب بستر گول کر لیا تو ہمارے جمہوریوں نے جمہوریت کی آمد کے شادیانے بجا کر اس کو مکمل اعزاز واکرام ...... پروٹوکول ...... کے ساتھ رخصت کیا نہ اس وقت اور نہ اب تک کسی حاضر سروس سول وغیر سول حکم رانوں کو اس کا کوئی جرم یاد نہ آیا۔ اور بی جمہوریت کے حصول کی خوشی میں اس کے سب جرائم فراموش کر دیے گئے اور نہ ہی اس کو کسی جرم کی سزا دی گئی بلکہ اس کے جانشین حکمرانوں میں شاید اس کی جرأت بھی نہ ہو کہ یہ ''وعدہ'' ان کے لیے ممکن ہے قرآن وحدیث جیسا ہو۔ اور نئے حکم ران تختِ حکمرانی پر فروکش ہو گئے، حکمران تو اگرچہ بدل گئے لیکن طرزِ حکمرانی بدلنے کی بجائے وہی رہا بلکہ اسی کے ادھورے کام مکمل کیے جانے لگے۔ ہاں البتہ اس کی پالیسیوں کے نتیجے میں پیدا کی گئی مہنگائی نے جبڑے مزید کھول لیے ہیں جس میں خودکشیوں کے ذریعہ روزانہ عوام اس میں ہڑپ ہو رہے یعنی مر رہے ہیں۔

بارہا مرتبہ کہی ہوئی یہ بپتا آج پھر دہرائی گئی ہے کہ ہمارا من حیث القوم یہ حال اس لیے ہو رہا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر توکل، اعتماد اور انحصار من حیث القوم نہیں کر رہے بلکہ مذکورہ عادات ووجوہات کی نسبت اگر حکم رانوں اور سیاستدانوں کی طرف کریں تو ان کے انحصار اور اعتماد کے سارے رخ اور راستے صرف امریکا کی طرف جاتے ہیں حتی کہ اب امریکا نے ریمنڈ ڈیوس کی رہائی کو امریکی فوجی امداد کے ساتھ مشروط بھی کر دیا ہے جس سے بآسانی اگر یہ سمجھا جائے کہ حکم ران شاید یہ سمجھتے ہوں گے کہ بے گناہ مرنے والے تو اب آنے سے رہے اب امداد تو آنی چاہیے۔ باقی رہا آنے والا کل؟ تو وہ کل کس نے دیکھا ہے۔

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ امریکا کے زیر اثر جو ممالک اس وقت انقلاب کی زد میں آ چکے یا انقلاب کی دہلیز پر کھڑے ہیں اس تناظر میں ہمیں وطن عزیز میں آنے والا کل بھی نظر آنا چاہیے۔ اور وہ ممالک یہاں تک کیوں پہنچے ہیں؟ اس کا تجزیہ بھی کرنا چاہیے۔ ہمارے لکھاری، تجزیہ نگار، سیاست دان اور بزرجمہر قلمکار مذکورہ ممالک کے ان حالات کا سبب صرف آمریت اور بدعنوانی کو قرار دیتے ہیں۔ افسوس کہ مسلمان ہونے کے باوجود ان کی نظریں فرامین الٰہی کی نافرمانیوں اور سرکشیوں تک نہیں جاتیں۔ کیا یہ بہتر نہیں کہ قرآنِ مجید نے پہلی امتوں کی تباہی وبربادی کے جن اسباب کا ذکر کیا ہے ہم ان کی روشنی میں مسلم ممالک کے تنزل، امت مسلمہ کے روبہ زوال ہونے اور اپنے ادبار کا جائزہ لیں؟

ان فی ذلك لذكرىٰ لاولی الالباب

درسِ حدیث

توفیق الباری

"الادب المفرد" للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ
تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیو کرول شالامار باغ۔لاہور)

باب: حزن

غم کا بیان

٨٦٤ . عن سعيدِ بنِ المسيَّبِ ، عن أبيهِ ، عن جدِّهِ: أنَّه أتى النَّبيَّ ﷺ فَقَالَ: ((مَا اسْمُكَ؟)) قَالَ: حَزْنٌ ، قَالَ: ((أَنْتَ سَهْلٌ)) قالَ: لا أُغَيِّرُ اسْمًا سَمَّانِيْهِ أبي۔ قال ابنُ المسيَّب ، فما زالتِ الحُزُوْنَةُ فينَا بعدُ . [صحيح]

''حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے دادا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا نام کیا ہے؟ کہا میرا نام حزن ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: تو سہل ہے۔انہوں نے عرض کیا جو نام میرے باپ نے رکھا ہے میں اس کو تبدیل نہیں کروں گا۔سعید بن مسیّب کہتے ہیں اس انکار کے بعد ہمیشہ ہمارے گھرانہ میں غم واندوہ کی کیفیت رہی۔''

یہ روایت سعید بن مسیّب سے بہ سند دیگر بھی مروی ہے۔جو آگے آرہی ہے۔

٨٦٥ . عن عبدِ الحميد بنِ جُبيرِ بنِ شيبةَ قال: جلستُ إلى سعيد بن المسيَّب ، فحدَّثني أنّ جدَّهُ حَزْنًا قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فقالَ: ((مَا اسْمُكَ؟)) قال: اِسْمِيْ حَزْنٌ قَالَ: ((بَلْ أنْتَ سَهْلٌ)) قالَ: مَا أنَا بِمغيِّرٍ اسْماً سَمَّانِيْهِ أبِي . قَالَ ابنُ الْمسيَّب: فما زالَتْ فينَا الحُزُوْنَةُ . [صحيح]

''حضرت عبدالحمید بن جبیر سے روایت ہے کہ حضرت سعید بن میسّب کے پاس بیٹھا ہوا تھا انہوں نے بیان کیا کہ میرا دادا حزن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا آپ ﷺ نے فرمایا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کیا میرا نام حزن ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا بلکہ تو سہل ہے۔میرے دادا نے عرض کیا میں اپنے باپ کے رکھے ہوئے نام کو تبدیل نہیں کروں گا۔سعید بن میسّب کہتے ہیں اس انکار کے بعد ہمارے خاندان میں ہمیشہ خرونت چلی آتی ہے۔''

باب: اسم النبی ﷺ و کنیته

رسول اللہ ﷺ کے نام پر نام رکھنا

آپ ﷺ کی کنیت پر کنیت رکھنا

٨٦٦ . عن جابر قال: وُلِدَ لرجلٍ منّا غُلامٌ فسمَّاهُ الْقَاسِمَ ، فقالتِ الأنصارُ: لا نُكنيْكَ أبَا الْقَاسِمِ ، ولا نُنعِمُكَ عينًا فأتَى النَّبيَّ ﷺ فقالَ له ما قالتِ الأنصارُ ، فقالَ النَّبيُّ ﷺ: ((أحْسَنَتِ الأنصار ، تَسَمُّوا باسْمِي ولا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي ، أنَا قَاسِمٌ)) [صحيح]

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم میں سے ایک انصاری کے ہاں لڑکا پیدا ہوا انہوں نے اس کا نام قاسم رکھ دیا، انصار کے لوگوں نے کہا ہم تمہیں قاسم کی کنیت سے نہیں پکاریں گے اور نہ ہم تمہیں یہ خوشی دے کر تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کریں گے اس پر وہ آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے انصار کی وہ بات جو انہوں نے کہی

تھی آپ ﷺ کو بتائی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انصار نے صحیح بات کی ہے۔ میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت نہ رکھو بے شک میں قاسم ہوں۔''

٨٦٧. عن منذر قال سمعت ابن الحنفية يقولُ: كانتْ رخصةً لعليٍّ قالَ: يا رَسُوْلَ اللّٰهِ إنْ وُلِدَ لِيْ بَعْدَكَ أُسْمِّيْهِ بِاسْمِكَ وَأُكَنِّيْهِ بِكُنْيَتِكَ؟ قالَ ((نَعَمْ))

''محمد بن حنفیہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اجازت حاصل تھی۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا تھا اگر آپ کے بعد میرے ہاں کوئی لڑکا پیدا ہوا تو میں اس کا نام آپ کے نام پر اور اس کی کنیت آپ کی کنیت پر رکھوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں رکھ لینا۔'' [صحیح]

٨٦٨. عن أبي هريرةَ قالَ: نهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أنْ نَجْمَعَ بينَ اسْمِهِ وَكُنْيَتِهِ، وقال: ((أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ وَاللّٰهُ يُعْطِي وأَنَا أَقْسِمُ))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے نام اور اپنی کنیت کو یک جا کر دینے سے منع فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا میں ابوالقاسم ہوں اللہ دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔'' [حسن صحيح]

٨٦٩. عن أنسٍ قالَ: كانَ النَّبِيُّ ﷺ في السُّوْقِ، فقالَ رجلٌ: يا أَبَا الْقَاسِمِ، فالتفتَ النَّبِيُّ ﷺ فقالَ: دَعَوْتُ هٰذَا، فَقَال: ((سَمُّوا باسْمِيْ وَلَا تُكَنُّوا بِكُنْيَتِيْ.))

''حضرت انس بن مالک سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ بازار میں جا رہے تھے ایک آدمی نے کہا اے ابوالقاسم تو آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے تو اس نے کہا میں نے تو اس آدمی کو پکارا ہے۔ آپ ﷺ نے اس پر فرمایا: میرا نام تو رکھ لو لیکن میری کنیت نہ رکھو۔''

باب: هل يكنى المشرك؟

کیا مشرک کو کنیت سے پکارا جائے

٨٧٠. عن عروة ابن زبير أَنَّ أسامةَ بنِ زيدٍ أخبرَهُ، أنَّ رسولَ اللّٰهِ ﷺ بلغَ مجلِساً فيهِ عبدُ اللّٰه بنُ أُبِيِّ بن سَلُول وذٰلكَ قبلَ أنْ يُسلمَ عبدُ اللّٰه بنُ أُبيِّ فقال: لَا تُؤْذِيْنَا فِيْ مَجْلِسَنا، فدخلَ النَّبيُّ ﷺ على سَعْدِ بْنِ عُبَادةَ، فقالَ: ((أيْ سَعْدُ ألَا تَسْمَعُ مَا يَقُوْلُ أبُو حُبَاب؟)) يُرِيدُ عَبْدَ اللّٰهِ بن أبيِّ بن سَلُوْلَ. [صحيح البخاري]

''حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مجلس میں تشریف لائے جس میں عبداللہ بن ابی بن سلول موجود تھا۔ یہ واقعہ عبداللہ کے اسلام قبول کرنے سے پہلے کا ہے۔ عبداللہ نے کہا ہماری مجلس میں ہمیں تکلیف نہ دیا کرو پھر رسول اللہ ﷺ سعد بن عبادہ کے پاس تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے سنا ہے ابوحباب نے کیا کہا ہے۔ ابوحباب عبداللہ بن ابی سلول کی کنیت تھی۔''

باب: الكنية للصبي

بچے کی کنیت

٨٧١. عن أنسٍ قالَ: كانَ النبي ﷺ يدخلُ علينا ـ ولي أخٌ صغير يكنّٰى أبَا عُمَيْرٍ، وكانَ له نَغْرٌ يلعبُ بهِ فماتَ ـ فدخلَ النَّبيُّ ﷺ فرآهُ حَزِيْنًا فقالَ: ((مَا شَأْنَهُ؟)) قيلَ لهُ: ماتَ نَغْرُهُ، فقالَ: ((يَا أَبَا عُمَيْرٍ، مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ؟))[صحيح]

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں آیا کرتے تھے میرا ایک چھوٹا بھائی تھا اس کی کنیت ابوعمیر تھی اس کی ایک چڑیا لال چونچ کی تھی جس کو نغیر کہتے ہیں وہ اس سے کھیلا کرتا تھا وہ چڑیا مرگئی۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو اس کو رنجیدہ وغمگین دیکھا اور اس سے فرمایا: اس کی چڑیا (بلبل) کا کیا حال ہے۔ عرض کیا مرگئی ہے اس لیے اداس ہے۔ آپ ﷺ نے بچے سے فرمایا اے ابوعمیر تمہاری چڑیا کا کیا ہوا۔''

آنحضور ﷺ ایک جرنیل کی حیثیت میں

مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی رحمہ اللہ

نبی کریم ﷺ کی زندگی کے دوسرے پہلوؤں کو چھوڑ کر جب آپ کی سیاسی زندگی پر نظر کی جاتی ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ دنیا کے سیاست دانوں میں سب سے زیادہ سیاست دان اور دنیا کے جرنیلوں میں سب سے بڑے جرنیل تھے۔

نپولین اعظم اور ڈیوک آف ولینگٹن اور ہینڈن برگ اور واشنگٹن وغیرہ اگرچہ دنیا کے بہت بڑے جرنیلوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ تاریخی طور پر جب آنحضرت ﷺ کے حالات سے ان کا مقابلہ کیا جاتا ہے تو یہ حضور ﷺ کے تدبر، حضور ﷺ کے ضبط، حضور ﷺ کی قوت ارادی، حضور ﷺ کے فنون جنگ سے مہارت، اور حضور ﷺ کی ماتحتوں سے ہمدردی وغیرہ اوصاف سپہ گری میں آپ کا لگا نہیں کھا سکتے۔

بعض اہم غزوات ایک نظر میں:

حضور ﷺ کو ۲ھ سے ۹ھ تک یعنی صرف ۸ سال کے عرصہ میں تقریباً ۲۶ جنگوں میں حصہ لینا پڑا۔ جن میں سے گو بعض بہت چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہیں، لیکن بعض بہت ہی اہم ہیں، چناں چہ چند ایک کی مختصر کیفیت درج ذیل ہے:

۱: غزوۂ بدر میں آنحضرت ﷺ ۳۱۳ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر تھا اور مخالفین، ابوجہل جیسے سپہ سالار کی سرکردگی میں ایک ہزار کی تعداد میں نبرد آزما تھے۔ مگر حضور ﷺ کے فنون جنگ سے کمال مہارت کی وجہ سے دشمن کو سہ چند ہونے کے باوجود شکستِ فاش ہوئی۔ مسلمان صرف ۱۴ شہید ہوئے، نہ کوئی زخمی ہوا، نہ اسیر ہوا اور دشمن ۷۰ کی تعداد میں مقتول اور ۷۰ کی تعداد میں اسیر ہوئے۔

۲: غزوۂ بدر الاخریٰ میں ابوسفیان دو ہزار فوجی ساتھ لیے ہوئے مقابلہ کے لیے آیا۔ جب ادھر سے حضور ﷺ ڈیڑھ ہزار مسلمانوں کو ساتھ لیے ہوئے نکلے تو ابوسفیان جیسا بہادر تاب نہ لا سکا اور بھاگ گیا۔

۳: غزوۂ احزاب یا خندق میں حضور ﷺ کے ساتھ صرف ۳ ہزار مسلمان تھے مگر کافر دس ہزار کی تعداد میں حملہ آور ہوئے، اور حضور ﷺ کے تدبر کی بدولت ناکام واپس پھرے۔

۴: غزوۂ بنوقریظہ میں محض حضور ﷺ کی مہارت سپہ گری کی وجہ سے یہود کو شکست فاش ہوئی۔ اور ان کے ۴۰۰ آدمی قتل اور دو سو (۲۰۰) اسیر ہوئے۔

۵: غزوۂ خیبر میں حضور ﷺ کے زیر کمان صرف چودہ سو (۱۴۰۰) فوجی تھے اور یہود، کنانہ بن ابوالحقیق کی قیادت میں دس ہزار (۱۰۰۰۰) کی تعداد میں مقابلے پر نکلے تھے، مگر انہیں شکستِ فاش ہوئی۔

۶: غزوۂ وادی القریٰ میں حضور ﷺ کے زیر کمان تیرہ سو فوجی تھے جن کے ساتھ آپ نے دشمن کو شکست دی۔

۷: غزوۂ حنین میں بارہ ہزار لشکر کے ساتھ آپ ﷺ نے عرب کے کئی قبائل کا مقابلہ کیا جس میں آپ ﷺ کو فتح عظیم حاصل ہوئی۔ دشمن ۷۱ کی تعداد میں مقتول اور چھ ہزار کی تعداد میں اسیر ہوئے۔

۸: غزوۂ طائف میں حضور کے زیر کمان بارہ ہزار فوج تھی۔ بنوثقیف کا محاصرہ کیا گیا اور دشمن ایک مہینہ کے بعد خود بخود دائرہ اسلام میں داخل ہوگیا۔

۹: غزوۂ تبوک میں حضور ﷺ قیصر ہرقل کے مقابلہ پر تیس ہزار فوج لے کر نکلے جس سے دشمن پر رعب چھا گیا اور اس نے لڑائی کا ارادہ ترک کر دیا۔

۱۰: غزوۂ فتح مکہ میں حضور ﷺ کے زیر کمان دس ہزار قدوسی تھے۔ قریش مکہ مقابلہ کی تاب نہ لا سکے اس لیے حضور ﷺ نے لشکر کو حکم دے دیا کہ مختلف راستوں سے شہر میں داخل ہوں اور جب تک کوئی مسلح دستہ مزاحم نہ ہو، ہتھیار کا استعمال نہ کیا جائے صرف ایک دستہ کی مزاحمت ہوئی اور مکہ باامن وامان فتح ہو گیا۔

غزوات نبوی کی شاندار کامیابی:

الغرض تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں جس قدر جنگیں ہوئیں ان میں مسلمانوں کے کل ۲۵۹ آدمی شہید ہوئے ایک اسیر اور صرف ۱۲۷ زخمی ہوئے مگر بخلاف اس کے دشمن کے ۷۵۹ آدمی قتل اور ۶۵۶۴ آدمی اسیر ہوئے جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مسلمان بے سروسامانی کے باوجود محض حضور ﷺ ایسے کمانڈر انچیف کی وجہ سے کس قدر محفوظ ومصئون اور کامیاب ہوتے رہے اور ہر مرحلے پر کامرانی ان کے قدم چومتی رہی۔

حضور ﷺ کی شجاعت وبہادری:

ایک جرنیل یا سپہ سالار کے لیے جس قدر شجاع اور بہادر ہونا ضروری ہے، وہ کسی سے مخفی نہیں مگر حضور ﷺ کی شجاعت اور بہادری پر جب نگاہ جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس سارے عرب میں آپ کا لوہا مانا جاتا تھا اور قرب وجوار میں بھی آپ ﷺ سا کوئی شجاع نہیں تھا۔

۱: نسائی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب کبھی گھمسان کا رن پڑتا، اور لڑنے والوں کی آنکھوں میں خون اتر آتا تو اس وقت ہم نبی ﷺ کی اوٹ لیا کرتے تھے اور ہم میں سب سے آگے دشمن کی جانب نبی ﷺ ہی ہوتے تھے۔

۲: صحیح مسلم میں ہے کہ جنگ حنین میں جب دشمنوں نے پہاڑ کے درّہ میں بیٹھ کر تیروں کی ایسی بارش برسائی کہ مسلمانوں کی بارہ ہزار فوج کا منہ موڑ دیا تو اس وقت بھی حضور ﷺ ہی تھے۔ جو دشمن کی جانب بڑھے جاتے تھے۔

چناں چہ اس وقت آپ نے فوجی جرنیلوں کا سا وہ کام کیا جو رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔ آپ نے تیروں کی بارش میں اپنا گھوڑا آگے بڑھایا اور فرمایا:

انا النبی لا کذب　　　انا ابن عبد المطلب

''میں سچا نبی ہوں اور عرب کے مشہور بہادر عبدالمطلب کا بیٹا ہوں بھلا پیچھے کیوں ہٹوں۔''

اس کے بعد آپ نے مسلمانوں کو للکارا کہ ''اے بہادرو! کہاں جاتے ہو؟ میں تمہارا نبی یہاں کھڑا ہوں، آگے بڑھو، ہمت نہ ہارو۔''

چناں چہ اس آواز میں جادو کا اثر ثابت ہوا۔ بھاگتی ہوئی فوج آگے بڑھی اور دم بھر میں میدان کا نقشہ الٹ دیا۔

۳: جنگ احد میں بھی جب کفار نے عقب سے حملہ کیا اور اسلامی فوج میں کچھ ابتری سی پھیل گئی تو آپ ﷺ ہی تھے جو نہایت تیزی کے ساتھ دشمن کی طرف بڑھتے جا رہے تھے۔ چناں چہ آپ نے اس موقع پر بھی دل شکستہ اور منتشر فوج کو ''الی عباد اللہ۔ الی عباد اللہ انا رسول اللہ'' کی آواز دے کر جمع کیا۔ اور پھر سنبھل کر ایسا مقابلہ کیا کہ غنیم اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا چشم دید بیان:

۴: حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نام سے اور ان کی شجاعت کے بلند کارناموں سے کون واقف نہیں؟ وہ حضور ﷺ کی شجاعت کے متعلق فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو بدر کے دن دیکھا، کہ میں حضور ﷺ کی پناہ لیتا تھا اور ہم سب میں سے حضور ہی دشمن کے زیادہ قریب تھے اور یہ بھی فرمایا کہ بہادر وہی شخص ہوتا تھا جو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ قریب ہوتا تھا کیوں کہ آپ ﷺ بالکل دشمن کے قریب تر ہوا کرتے تھے۔

۵: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صورت اور سیرت میں سب لوگوں سے بہتر اور سخاوت سے زیادہ اور شجاعت میں سب سے اعلیٰ اور اکمل تھے۔ آپ کسی لشکر سے نہ ملتے تھے مگر ساری فوج سے پہلے آپ ہی وار کیا کرتے تھے۔

حضور ﷺ اور عرب کا مشہور سپہ سالار:

۶: ابی بن خلف عرب کے مشہور سالاروں میں سے ہے اور آپ کے اشد ترین دشمنوں میں سے ایک دشمن تھا بدر کے دن جب وہ فدیہ دے کر رہا ہوا تو کہہ گیا کہ آج سے میں گھوڑے کی ایسی پرورش کروں گا جو کسی نے نہ کی ہو، پھر اس پر سوار ہو کر محمد (ﷺ) کو قتل کروں گا۔ چناں چہ اس نے ایسا ہی کیا۔ روزانہ تین صاع گھوڑے کو دانہ دیتا رہا اور جنگ احد میں للکارتا ہوا نبی ﷺ کی طرف آیا۔ صحابہ نے مدافعت کرنا چاہی مگر آپ ﷺ نے سب کو پیچھے ہٹا دیا، اور اکیلے اس کی طرف بڑھے۔ ابی بن خلف جسے اپنی بہادری اور شجاعت پر ناز تھا اور آپ ﷺ کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا۔ ابھی وار نہ کرنے پایا تھا کہ حضور ﷺ نے اس کی گردن میں وہ نیزہ رسید کیا کہ معاً اس کے پاؤں اکھڑ گئے۔ وہ پیچھے کی طرف دوڑا اور شور مچاتا گیا کہ میں مارا گیا مارا گیا۔ چناں چہ وہ مقام سرف پر گرا اور جہنم واصل ہوا۔

حضور ﷺ اور عرب کا مشہور پہلوان:

۷: کتب حدیث میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رکانہ عرب کا مشہور شہ زور پہلوان تھا جس کی بہادری سب میں مانی جا چکی تھی۔ اس نے اعلان کر رکھا تھا کہ ''اگر کوئی مجھے پچھاڑ دے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔''

چوں کہ اسے اپنی شجاعت اور قوت پر بہت بڑا ناز تھا۔ اس لیے نبی ﷺ نے اس کے اس چیلنج کو منظور کر لیا۔ چناں چہ کشتی ہوئی تو حضور ﷺ نے اسے پچھاڑ دیا۔ اس نے پھر طبع آزمائی کے لیے کہا۔ حضور ﷺ نے دوبارہ اسے گرا دیا۔ اس نے پھر ایک بار درخواست کی۔ حضور ﷺ نے تیسری مرتبہ بھی اسے چت کر دیا۔ جس سے وہ ہمیشہ کے لیے سرنگوں ہو گیا۔

۸: صحیحین میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ میں ایک رات غل سا ہوا۔ لوگ سمجھے چھاپہ آ پڑا۔ سب لوگ مل کر آبادی سے باہر اس شور کی جانب چلے۔ جب تھوڑی دور گئے تو انہیں نبی ﷺ واپس تشریف لاتے ہوئے ملے۔ حضور ﷺ ایک ننگے گھوڑے پر سوار اور تلوار حمائل کیے ہوئے تھے۔ یعنی آواز سن کر سب سے پہلے اور تن تنہا تحقیق فرما کر آ رہے تھے اور لوگوں سے کہتے تھے کہ ''گھبراؤ نہیں بھگا آیا ہوں۔''

حضور ﷺ کی جنگی قابلیت:

یہ صرف چند واقعات ہیں جو حضور ﷺ کی شجاعت کے متعلق نقل کیے گئے ہیں۔ ورنہ اگر صحیح طور پر خدا کے رسول ﷺ کے جنگی حالات کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ شاید آپ دنیا میں ایک قابل جرنیل کی حیثیت میں مبعوث ہوئے تھے اور دنیا کو صرف فنونِ حرب کی تعلیم وتلقین ہی کی غرض سے تشریف لائے تھے کیوں کہ ان کے جنگی کارنامے پتا دے رہے ہیں کہ آپ فوجوں کی ترتیب اور جنگ کا نقشہ تیار کرنے میں وہ مہارت رکھتے ہیں جو بہت ہی کم کسی کے حصے میں آئی ہے۔

نپولین اور واٹرلو:

نپولین کا نام آج مغربی دنیا کے بچہ بچہ کی زبان پر ہے اور ہر شخص اس کی عجیب وغریب جنگی قابلیتوں کا معترف ہے۔ واٹرلو کی مشہور ومعروف لڑائی میں جب اسے شکست ہوئی تو اس کا باعث صرف یہ تھا کہ جنگ کا جو نقشہ اس نے تیار کیا تھا اس کے مطابق اس کے دو افسروں کو ایک خاص مقام پر ایک وقت مقررہ میں پہنچ جانا چاہیے تھا۔ ان دونوں میں سے ایک تو (جرنیل بلوشے) اپنے ٹھیک وقت پر پہنچ گیا مگر دوسرا نہ پہنچ سکا اور نپولین کی فتح شکست میں تبدیل ہو گئی، کیوں کہ اس کی جنگی چالیں اور نقشے اس درجہ صحیح ہوتے تھے کہ ایک افسر کے صرف چند منٹ دیر میں پہنچنے سے تمام نقشہ بدل جاتا اور فتح شکست کی صورت اختیار کر لیتی۔ بعینہٖ اس طرح کا واقعہ جنگ احد میں نبی ﷺ کو پیش آیا۔

غزوۂ احد کا نقشہ:

آپ ﷺ نے اپنی مختصر سی فوج کا ایک حصہ پہاڑ کے درّہ کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا تھا اور انہیں تاکید کر دی کہ خواہ حالات کچھ

بھی کیوں نہ ہوں وہ اس درّہ کو نہ چھوڑیں اور اگر دشمن اس طرف آنے کا قصد کرے تو ان پر تیر برسا کر انہیں روکیں۔لڑائی شروع ہوئی اور مسلمان اگر چہ تعداد میں بہت کم تھے لیکن آپ ﷺ نے انہیں اس خوبی سے لڑایا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں مخالفین کے بہت سے سردار مارے گئے اوران کے پاؤں اکھڑ گئے۔مسلمانوں نے بھاگتے ہوئے دشمن کو لوٹنا شروع کر دیا اور گویا کامل فتح حاصل کرلی۔ چناں چہ دشمنوں کے بھاگتے اور مسلمانوں کو ان کا تعاقب کرتے ہوئے دیکھ کر وہ تیر انداز جو درّہ پر متعین تھے مطمئن ہوگئے اور اپنی جگہ سے ہٹ کر باقی فوج کے ہمراہ لوٹ مار میں شریک ہوگئے۔مخالفین نے جب یہ دیکھا کہ درّہ خالی پڑا ہے وہ آگے جا کر پھر جمع ہوگئے اور درّہ کی جانب سے جو کہ مسلمانوں کی پشت پر تھا، یکا یک حملہ کر دیا جس سے مسلمانوں کی فتح شکست میں تبدیل ہوگئی۔ اگر چہ وہ شکست تھوڑی سی دیر کے لیے تھی تاہم شکست تو ہوئی۔ اور محض اس لیے ہوئی کہ حضور ﷺ ایسے ماہر فن جرنیل کے حکم کی خلاف ورزی کی گئی۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کی غلطی ارادی نہ تھی اجتہادی تھی۔

مجاہدین اسلام کی شان:

تاریخ بتاتی ہے کہ اس کے بعد اسلامی فوج نے پھر کبھی لغزش نہیں کھائی اور حضور ﷺ کے اشاروں پر ایسی تربیت یافتہ، قواعد دان اور پابند قانون ہوئی کہ قرآن نے اس کی تعریف میں فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ o﴾ [الصف: ٤]

''اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو خدا کی راہ میں قطار اندر قطار لڑائی کرتے ہیں جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہو۔''

نبی ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا کہ''میری فوج کا ایک مسلمان دس کافروں کا مقابلہ کرسکتا ہے'' اور یہ بات صرف کہنے ہی کی نہ تھی بلکہ کر کے بھی دکھا دی گئی تھی۔

اسلامی فوج اگر چہ کتنی ہی تھوڑی نہ ہوتی پھر بھی اس کا مخالفین پر رعب طاری ہو جاتا۔ چناں چہ اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا ہے:

((نصرت بالرعب مسيرة شهر .))

''ایک مہینہ کے سفر تک دشمنوں پر میرا رعب چھا جاتا ہے۔''

حضور ﷺ کی فوج سے ہمدردی:

کوئی جرنیل اس وقت تک صحیح معنوں میں جرنیل نہیں ہوسکتا جب تک اسے اپنی فوج اور سپاہ سے کامل ہمدردی نہ ہو اس کے جذبات کا احساس نہ ہو۔ دنیا کے مشہور جرنیلوں کے حالات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہی جرنیل سب سے زیادہ کامیاب اور فائز المرام ہوا ہے جو اپنے فوجیوں کے ساتھ نہایت فراخدلی اور بے تکلفی سے پیش آتا رہا ہو۔ ہر کام میں اس کا شریک حال اور ہر امر میں ان سے ہمدردی کرتا رہا ہو۔ جرنیل ہینڈن برگ جو جرمنی کا سب سے بڑا جرنیل تھا۔اس کی خوبی یہی بیان کی جاتی ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں سے نہایت ہی خندہ پیشانی سے پیش آیا کرتا تھا۔ نپولین اعظم کا سلوک بھی اپنے ماتحتوں سے اس قدر اعلیٰ تھا کہ وہ اس پر جانیں فدا کرتے تھے۔

واشنگٹن کا واقعہ:

امریکا کے مشہور جرنیل واشنگٹن کا ایک قصہ مشہور ہے کہ ایک روز سادہ کپڑے پہنے گھوڑے پر سوار کہیں جا رہا تھا۔ راستہ میں اس نے دیکھا کہ کچھ سپاہی ایک بہت ہی بھاری شہتیر اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں مگر وہ نہیں اٹھتا۔ ان سپاہیوں کے ہمراہ ایک چھوٹا عہدے دار کارپول بھی تھا۔ اور وہ برابر انہیں حکم دے رہا تھا کہ زور لگاؤ۔ ادھر سے اٹھاؤ، ادھر سے ہلاؤ مگر خود ہاتھ نہیں ہلاتا تھا۔ واشنگٹن نے گھوڑا روک لیا اور اس عہدے دار سے کہا:

''آپ بھی اس میں ہاتھ کیوں نہیں لگاتے؟ ایک آدمی کا زور اور شامل ہو جائے گا تو یہ شہتیر اٹھایا جا سکے گا۔''

عہدیدار نے جواب دیا: ''جناب میں کارپول ہوں آپ دیکھتے نہیں۔''

واشنگٹن فوراً گھوڑے سے اتر پڑا۔ اور کوٹ اتار کر آستین چڑھا کر سپاہیوں کے ہمراہ شہتیر کے ساتھ زور آزمائی کرنے لگا۔شہتیر اٹھا دیا گیا اور جگہ پر پہنچا دیا گیا۔مگر کارپول صاحب اب بھی اپنی سرداری

کی شان لیے ہوئے الگ کھڑے تھے۔

گھوڑے پر سوار ہو کر واشنگٹن نے کارپول سے کہا: ''آئندہ جب کبھی کسی محنت کے کام میں ایک آدمی کی مدد کی ضرورت ہوا کرے، تو آپ مجھے بلا بھیجا کریں مجھے آپ آسانی سے تلاش کر سکتے ہیں کیوں کہ میں آپ کا سپہ سالار واشنگٹن ہوں۔''

شرم کی وجہ سے کارپول زمین میں گڑ گیا اور واشنگٹن وہاں سے چل دیا۔

ایک اچھے جرنیل کا یہی دستور ہوتا ہے کہ وہ پکا اور سچا سپاہی ہوتا ہے اور ضرورت کے وقت اسے کام سے عذر نہیں ہوتا بلکہ ہر کام میں سپاہیوں کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے جس سے فوج کے دل میں اس کی عزت اور ہمدردی بہت بڑھ جاتی ہے اور وہ صحیح معنوں میں اس کی مطیع ہو جاتی ہے۔ جب ہم اس ضمن میں آنحضرت ﷺ کے حالات کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ فوج کی ہمدردی حضور ﷺ سے بڑھ کر دنیا کا کوئی اور جرنیل حاصل نہیں کر سکا۔

<u>عرب کا جرنیل سپاہیوں کے شانہ بشانہ:</u>

۱: آنحضرت ﷺ غزوات میں ہمیشہ سپاہیوں کی طرح کام کرتے تھے۔ غزوۂ خندق میں جب کہ تمام فوجی خندق کھود رہے تھے تو آپ بھی برابر ان کے شریک کار تھے اور حصہ رسدی سے خندق کھودتے تھے۔

۲: ایک سفر میں منزل پر پہنچ کر کھانے پکانے کی تیاریاں ہونے لگیں۔ تو سب صحابہ رضی اللہ عنہم نے کام بانٹ لیے، کسی نے پانی لانے کی خدمت اپنے ذمہ لی۔ تو کسی نے آٹا گوندھنے کی۔ کسی نے پانی کی تو کسی نے ایندھن اکٹھا کر کے لانے کی۔ حضور ﷺ بھی اس سفر میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ تھے، فرمایا کہ میں جنگل سے لکڑیاں اکٹھی کر کے لاتا ہوں یہ کام میرے ذمے رہا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہر چند عرض کی کہ حضور ﷺ ہم خادم موجود ہیں آپ تشریف رکھیں اور تکلیف نہ فرمائیں۔ مگر آپ نے ایک نہ مانی اور فرمایا کہ مجھے بھی اپنے حصہ کا کام کرنا چاہیے۔

۳: غزوۂ بدر میں اسلامی فوج کے پاس سواریاں کم تھیں۔ اس لیے تین تین صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایک ایک اونٹ ملا جس پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے۔ حضور ﷺ بھی باوجود سپہ سالار اعظم ہونے کے دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح دو اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک اونٹ میں شریک تھے اور باری باری سوار ہوتے۔ آپ ﷺ کے ساتھیوں نے ہر چند چاہا اور درخواست پر درخواست کی ''حضور آپ برابر سوار رہیں۔ آپ ﷺ ہمارے سردار ہیں ہم آپ کا پیدل چلنا گوارا نہیں کر سکتے۔''

مگر آپ نے فرمایا تو یہی فرمایا: ''ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ دیگر ساتھیوں کی طرح حصہ رسدی سے تمہیں بھی سوار ہونا پڑے گا۔ میں اسے پسند نہیں کرتا کہ تم پیدل چلو اور میں سوار ہوں۔''

۴: فتح خیبر کے موقع پر جو زمین مسلمانوں کے حصہ میں آئی اٹھارہ سو سپاہیوں میں مساوی تقسیم ہوئی۔

نبی ﷺ باوجودیکہ سپہ سالار اعظم تھے مگر آپ کا حصہ بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح ایک عام سپاہی کے برابر تھا۔

۵: مدینہ منورہ میں جب اسلامی فوج مسجد نبوی کی تعمیر میں مصروف تھی۔ کوئی گارا دیتا تھا تو کوئی اینٹیں دے رہا تھا۔ ایسی حالت میں حضور ﷺ بھی ان کے ساتھ برابر اینٹیں اٹھا رہے تھے حتی کہ یہ تمیز ناممکن تھی کہ ان میں سردار کون ہے اور مزدور کون؟

صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ کو منت، سماجت اور اصرار کے ساتھ باز رکھنا چاہا مگر اس حامی مساوات اور ہمدرد خلائق نے ایک نہ مانی اور اپنی ذات کے لیے امتیاز کو مذموم جانا۔

یہ اور اس قسم کے سینکڑوں واقعات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ اس علو مرتبت کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ نہایت بے تکلفی، سادگی اور مساویانہ سلوک سے پیش آیا کرتے تھے۔ اور سپہ سالار اعظم ہونے کے باوجود ایک معمولی سپاہی کی طرح ان کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل میں آپ کی محبت اور عقیدت اور بھی بڑھ گئی تھی اور وہ آپ ﷺ پر جانیں نثار

کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔

حضور ﷺ کی حکمت عملی:

ضبط، انتظام، تدبر، قوت ارادی کی پختگی اور فنون جنگ کی مہارت کامل کے علاوہ سب سے آخری صفت جس کا ایک جرنیل میں پایا جانا نہایت ضروری ہے۔ وہ اس کی حکمت عملی ہے۔ کسی جرنیل کی حکمت عملی کا یہ بہت بڑا ثبوت ہے کہ وہ کم سے کم خونریزی سے زیادہ سے زیادہ علاقہ فتح کرے۔ سخت خونریزی کے بعد فتوحات ہوں وہ فوج کی جاں بازی پر تو دلالت کرتی ہے مگر جرنیل کی کوئی خوبی ان میں نظر نہیں آتی اگر سخت کشت وخون ہو، اور دونوں طرف یا ایک طرف کے بہت سے انسان ہلاک ہوں اور بہت سے نقصان کے بعد ملک فتح ہو تو یہ فتح حقیقی معنوں میں فتح نہیں۔ اس میں جرنیل کی کوئی خوبی اور کمال نہیں کیوں کہ اس نے اس جنگ میں اپنی کسی حکمت عملی کا ثبوت نہیں دیا۔ ہاں اگر جرنیل اپنی حکمت عملی سے لڑائی کو ایسے رنگ سے چلائے کہ مالی اور جانی نقصان نہ ہونے پائے اور بغیر کثیر نفوس کی ہلاکت کے فتح حاصل ہو جائے تو بے شک ایسی فتح قابل تعریف ہوتی ہے۔

اس نقطہ نگاہ سے بھی ہمیں کوئی ایسا جرنیل نظر نہیں آتا جو حکمت عملی میں حضور ﷺ کا مقابلہ کر سکے۔ وہ مخالفین اسلام جو کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے وہ نبی ﷺ کے جنگی حالات کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ حضور ﷺ کتنا عرصہ تحمل اور بردباری سے کام لیتے رہے اور اپنے دشمنوں کے حملوں کو کس دانش مندی اور حکمت عملی سے ٹالتے رہے اور جب کبھی جنگ چھڑ ہی گئی، تو کس طریق سے مدافعت فرمائی۔

محاصرۂ طائف:

۱: طائف کے محاصرہ کو ذرا جنگی نگاہ سے دیکھو کہ اگر کوئی جرنیل اور ہوتا تو اپنے جھوٹے وقار کو قائم رکھنے کے لیے تمام فوج کو کٹوا دیتا، مگر محاصرہ نہ اٹھاتا۔ لیکن حضور ﷺ ہیں کہ عمداً محاصرہ چھوڑ رہے ہیں اور اس حکمت کی بنا پر (جو آپ ﷺ کے سامنے تھی اور بعد میں لوگوں نے دیکھ لیا کہ وہ خود بخود مطیع ومنقاد ہو گئے) محاصرہ چھوڑ رہے ہیں۔ حالاں کہ ظاہر بین نظروں میں محاصرہ چھوڑ دینا گویا شکست کا اعتراف کر لینا ہوتا ہے۔

صلح حدیبیہ:

۲: اسی طرح اگر حدیبیہ کے موقع پر صلح نہ فرماتے تو لڑائی میں خون کی ندیاں بہہ جاتیں۔ مگر حضور ﷺ نے اس موقع پر اپنی حکمت عملی کا ثبوت دیا، جس کا ایک قابل جرنیل میں ہونا ضروری ہے۔ اس صلح کی شرائط میں اگرچہ بعض شرائط ایسی تھیں جو بہ ظاہر مسلمانوں کے لیے نقصان دہ معلوم ہوتی تھیں مگر حضور ﷺ نے ان سب کو منظور فرما لیا، جس سے لاکھوں جانیں بچ گئیں۔ اگر حضور ﷺ ایسا نہ کرتے تو یقیناً ایک خطرناک تصادم ہوتا۔ جس سے ہزاروں عرب ہلاک اور سینکڑوں مسلمان شہید ہو جاتے اور عرب کی طاقت ٹوٹ جاتی پھر وہ عظیم الشان کام جو حضور ﷺ کی وفات کے بعد ہوا، اہل عرب ہرگز نہ کر سکتے۔

حضور ﷺ کی بے نظیر دانش مندی:

حضور کے زمانہ حیات میں کم وبیش اسّی (۸۰) لڑائیاں شمار کی جا سکتی ہیں۔ جس میں اکثر کو محض وفود سفر، انسداد ڈکیتی، قیام امن، اور وعظ وتبلیغ کے سلسلہ میں مڈبھیڑ ہو جانے پر غزوات میں شامل کر لیا گیا ہے۔ تاہم اگر ان ۸۰ غزوات اور سرایا کے مقتولین کی تعداد کو جمع کیا جائے تو کل ۱۰۱۸ ہوتی ہے جو فریقین کی مجموعی تعداد ہے۔ جب ۱۰۱۸ کو ۸۰ پر تقسیم کر دیا جاتا ہے تو فی جنگ ۱۲.۷۳ یعنی ۱۳ سے کم اوسط نکلتی ہے، جو عرب جیسے وسیع ملک کو فتح کرنے کے لحاظ سے بالکل صفر کے برابر ہے۔

عرب کا فرانس، امریکا اور انگلستان سے تقابل:

کیا وحشی اور ملحد عرب کو متمدن، متدین اور شائستہ عرب بنانے، صدیوں اور نسلوں کی عداوت کو مٹا کر اخوت وروحانیت قائم کرنے اور ڈکیتی وخونخواری کی وارداتوں کو روک کر امن وامان قائم کرنے کے لیے ۱۰۱۸ نفوس کی قربانی کوئی بہت بڑی قربانی ہے، اس کے مقابلہ میں ذرا دیکھئے کہ فرانس اور امریکا کی جمہوریت کے قائم کرنے میں

کس قدر قربانیاں کرنی پڑیں اور انگلستان کو پارلیمنٹ کے لینے میں کتنے خون بہانے پڑے، پھر آپ کو معلوم ہوگا، کہ حضور ﷺ نے ان کے مقابلہ میں کس حسن کمال سے جمہوریت کا پرچم لہرایا۔ آپ نے عرب کی استبدادیت کو فنا کرکے جمہوریت کے استوار کرنے میں ایک خون بھی نہیں بہایا۔

۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم کی مثال:

۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم میں جو اس لیے اور صرف اس لیے وقوع پذیر ہوئی کہ چھوٹی سلطنتوں کی آزادی اور حفاظت کو برقرار رکھا جائے۔ صرف اتنے سے مقصد کے لیے یورپ جیسے مہذب ملک نے اربوں روپوں اور کروڑوں ڈالروں پر پانی پھیر دیا اور سینکڑوں جانیں خاک وخون میں ملا دیں، سینکڑوں جہاز سمندر میں غرق کردیئے اور تمام دنیا کی تجارت کو تباہ کردیا۔

اہل مدینہ کی لڑائیوں کو جانے دو ذرا مقدسین کے حالات پڑھو کہ انہوں نے کیا کچھ کیا۔ مہا بھارت کے مقتولین کی تعداد کروڑوں سے کم نہیں یورپ کی مقدس مذہبی انجمنوں نے جس قدر نفوس کو ہلاک کیا، ان کی تعداد لاکھوں سے بھی زائد ہے۔

جان ڈیون پورٹ کی شہادت:

جان ڈیون پورٹ نے اپنی کتاب ''اپالوجی آف محمد اینڈ قرآن'' میں مذہبی عدالت کے احکام سے ہلاکت شدہ نفوس کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ بتائی ہے جو عیسائیوں کے ہاتھوں سے عیسائیوں کی ہوئی تھی۔

اسپین کے مقتولین:

اکیلے ملک اسپین نے تین لاکھ چالیس ہزار عیسائیوں کو ہلاک کیا تھا جن میں ۳۲ ہزار آدمی زندہ آگ میں جلا دیئے گئے تھے۔

حضور ﷺ کی تدبیر:

اب ملاحظہ کرو، ذرا سیّدنا ومولانا حضرت محمد ﷺ کی کامیابی اور عظیم کامیابی، جس نے عرب جیسے وسیع ملک میں فریقین کی صرف ۱۰۱۸ قربانیوں کے بعد اس قدر روحانی، اخلاقی، مادی اور ملی فوائد حاصل کیے، جن کو بحیثیت مجموعی آج تک دنیا کی کوئی قوم اور ملک حاصل نہیں کرسکا۔ یقیناً آپ ﷺ جیسا مدبر اور دانشور جرنیل نہ پیدا ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔ [ماخوذ: رہبر کامل ﷺ]

ضروری اعلان

قارئین الاعتصام کے لیے خوشخبری ہے کہ روز مرہ کے مسائل واحکام جاننے کے لیے اپنے مسائل بذریعہ ڈاک دفتر الاعتصام میں ارسال فرمائیں۔ مقامی حضرات بالمشافہ ملاقات کے لیے دفتر تشریف لانا چاہیں تو حضرت مولانا مفتی عبیداللہ عفیف حفظہ اللہ (مفتی جماعت اہل حدیث پاکستان) بروز منگل بعد ظہر دفتر الاعتصام میں تشریف لایا کریں گے۔ ان شاءاللہ

ٹیلی فون یا موبائل پر جوابات سے معذرت۔ امید ہے قارئین تعاون فرمائیں گے۔ [ادارہ]

سیرتِ نبوی

قسط نمبر ①

نبی ﷺ کے داعیانہ اوصاف

مولانا محمد یوسف اصلاحی

زندگی کی منزل بہر حال آخرت ہے یقین کرنے والوں کے لیے بھی اور یقین نہ کرنے والوں کے لیے بھی اور انسان چار و ناچار اس منزل سے قریب تر ہو رہا ہے آخرت میں انسانی زندگی بالیقین دو انجاموں سے دوچار ہوگی، یا دائمی سکھ ہوگا یا حسب جرم دکھ، خدا کی رضا ہوگی یا خدا کا غضب، اس حقیقت پر یقین رکھنے والا اور اس فلاح کی فکر کرنے والا یہ کیسے گوارا کر سکے گا کہ اس جیسے گوشت پوست کے دکھ سکھ کا احساس رکھنے والے انسان اس فلاح سے محروم رہیں اور ہمیشہ کی تباہی مول لیں جب کہ انہی انسانوں میں سے اس کی عزیز ترین اولاد بھی ہے، محبوب ترین بیوی بھی ہے، شفقت کرنے والے ماں باپ بھی ہیں، سہارا دینے والے اہل خاندان بھی ہیں شہر اور ملک کے وہ لوگ بھی ہیں جن کے ساتھ مل کر اس نے زندگی گزاری جن سے اس کا انسانی رشتہ ہے اور جو اسی کی طرح جان رکھتے اور تکلیف و راحت کا احساس کرتے ہیں۔

یہ چار جوہر یعنی

(۱) فریضۂ رسالت کا شدید ترین احساس۔

(۲) رضائے الٰہی کا بے پایاں شوق۔

(۳) انسانیت کا سچا درد۔

(۴) فلاح آخرت کی غیر معمولی فکر۔

نبی ﷺ کی داعیانہ زندگی کو انتہائی حسین و دلکش بناتے ہیں اور وہ داعیانہ تڑپ اور اضطراب پیدا کرتے ہیں جس پر سکون و اطمینان کی ساری متاع قربان ہے لیکن نبی ﷺ کی یہ جمود نا آشنا اور جوشِ عمل سے بے تاب زندگی بے ہنگم اور منتشر نہ تھی بلکہ انتہائی مرتب، منظّم اور سوچی سمجھی تھی۔ آپ ﷺ محض جوشِ عمل کے پیکر ہی نہ تھے بلکہ انتہائی ہوش مند، حکیم اور مفکر و مدبر بھی تھے۔

نبی ﷺ کے داعیانہ اوصاف:

ان چار بنیادی جوہروں کی بدولت نبی ﷺ کا داعیانہ کردار ایک طرف غیر معمولی جوش و اضطراب اور سوز و گداز کا آئینہ دار تھا اور دوسری طرف ہوش و حکمت، تدبر و تنظیم کے کچھ ایسے نمایاں اوصاف سے بھی آراستہ تھا جو اخلاصِ عمل، حکمت تبلیغ، حسن تدبیر اور سلیقے کا اعلیٰ نمونہ تھے ان اوصاف کو ہم داعیانہ اوصاف کہتے ہیں۔ یہ اوصاف سات عنوانوں میں تقسیم کیے جاسکتے ہیں۔

(۱) داعی الی اللہ (۲) کامل نمونہ (۳) حکمت و سلیقہ (۴) اجتماعی جدوجہد (۵) صبر و ثبات (۶) قربانی اور جاں نثاری (۷) استعانت و استغفار۔

داعی الی اللہ:

نبی ﷺ کے داعیانہ کردار کا اوّلین امتیاز یہ تھا کہ آپ ﷺ داعی الی اللہ تھے یعنی صرف اللہ کی طرف دعوت دینا ہی آپ ﷺ کا مقصودِ حیات تھا خدا کے سوا کسی اور کی طرف بلانا کبھی کسی مرحلے میں بھی آپ ﷺ کا مقصود نہیں رہا۔ زندگی بھر آپ خدا کے بندوں کو خدا کی بندگی کی طرف بلاتے رہے اور اس کا مخلص بندہ بن کر زندگی گزارنے کی تلقین کرتے رہے، خدا کا ارشاد ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ﴾ [الاحزاب: ٤٥، ٤٦]

’’اے نبی ﷺ ہم نے آپ ﷺ کو بھیجا ہے گواہ بنا کر بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر اور اللہ کے اذن سے اللہ کی طرف دعوت دینے والا بنا کر۔‘‘

اس آیت میں نبی ﷺ کا منصب ہی یہ بتایا گیا ہے کہ وہ صرف اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے اور اس منصب پر خدا کے اذن سے وہ مامور ہوتا ہے۔ یعنی نبی ﷺ نے اپنی دوڑ دھوپ کا اصل مقصود جو خدا کی رضا کو بنا رکھا ہے اور ہر مقصد سے رخ پھیر کر صرف خدا ہی کی طرف بندگان خدا کو بلا رہا ہے تو یہ نصب العین اس نے اپنے لیے خود متعین نہیں کرلیا ہے بلکہ خدا نے ہی نبی ﷺ کو اس منصب پر مامور کیا ہے اور اسی کا یہ حکم ہے کہ نبی ﷺ خدا کے بندوں کو خدا کی طرف دعوت دے۔

نبی ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کیجیے تو یقین بڑھتا جائے گا کہ خدا کے داعی کو صرف داعی الی اللہ ہی ہونا چاہیے۔ نبی ﷺ زندگی بھر خدا کے بندوں کو خدا ہی کی طرف بلاتے رہے۔ وطن، قوم، نسل، زبان یا کوئی فرقہ وجماعت، یا کوئی خاندان اور قبیلہ ہرگز نبی کا مقصود نہیں ہوتا، آپ ﷺ نے ان میں سے کسی چیز کی طرف کبھی کسی کو نہیں بلایا۔ آپ ﷺ کبھی کسی مرحلے میں بھی داعی الی القوم، داعی الی الوطن یا داعی الی الجماعۃ وغیرہ نہیں رہے، نہ کبھی محض دنیوی اقتدار، قومی ترقی، ملکی خوشحالی اور مادی برتری آپ ﷺ کا نعصب العین رہا ہے۔ بلاشبہ یہ چیزیں اگر دین کی خاطر ہوں تو نہ صرف یہ کہ قابل نفرت نہیں ہیں بلکہ محمود ہیں اور مومن ان کے لیے بھی جدوجہد کرتا ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اسلام کا داعی کبھی یہ دعوت لے کر نہیں اُٹھتا کہ آپ دنیوی ترقیاں حاصل کریں اور محض سیاسی غلبہ حاصل کریں، یہ چیزیں مومن کا نصب العین ہرگز نہیں ہوسکتیں۔ قریش نے خدا کے داعی سے درخواست کی کہ آپ ﷺ ایک خدا کی طرف دعوت دینے کی بات چھوڑ دیں اور آپ ﷺ چاہیں تو ہم آپ کو اپنی سرداری اور بادشاہت دے دیں، لیکن آپ ﷺ نے فرمایا مجھے بادشاہت اور سرداری نہیں چاہیے اگر تم میرے ایک ہاتھ میں چاند اور دوسرے میں سورج بھی لا کر رکھ دو تو میں اس کام سے باز نہیں آ سکتا۔

آپ ﷺ کے دل کی گہرائیوں میں یہ یقین پیوست تھا کہ اللہ کے بندوں کا نصب العین اگر کوئی ہوسکتا ہے تو صرف یہ کہ وہ خدا سے بچھڑے ہوئے بندوں کو خدا کی طرف بلائیں اس کا فرمانبردار اور اطاعت گزار بنائیں اور انہیں صرف خدا کی رضا کے لیے جینا اور مرنا سکھائیں۔

تمام خزانوں کا مالک، تمام بھلائیوں کا سرچشمہ، اور اقتدار کا مرکز صرف خدا ہے، لہٰذا خدا کے بندے، بندے بن کر اور اس کی بندگی بجا لا کر ہی زندگی کی عظمت اور حقیقی سکون واطمینان سے بہرہ ور ہوسکتے ہیں۔ آپ ﷺ کی ۲۳ سالہ پیغمبرانہ زندگی شاہد ہے کہ یہی یقین آپ ﷺ کی داعیانہ زندگی کا امتیازی جوہر تھا۔ اور یہی وہ بنیادی وصف تھا کہ خدا نے آپ کو تمام عالم کا ہادی ورہنما بنایا اور آج بھی دکھی انسانیت اگر سکھ پاسکتی ہے تو صرف اسی کلمہ توحید کے آفاق گیر سائے میں۔

زندگی سے فیض یاب ہونے اور دونوں جہاں میں فلاح وکامرانی سے ہمکنار ہونے کی راہ صرف یہ ہے کہ خدا کے بندے خدا پرستی کی بنیاد پر اپنی زندگی کی تعمیر کریں اور صرف اسی کی رضا کو اپنی زندگی کا نصب العین بنائیں۔ یہی ایک یقینی مرکز ہے جس پر پوری انسانیت کو متحد کیا جاسکتا ہے اور اسی نقطہ پر جمع ہوکر انسانیت سکون پاسکتی ہے۔

وطن، قوم، نسل، قبیلہ، زبان، کلچر، کسی بھی چیز کا یہ مقام نہیں کہ وہ مسلمان کا نصب العین بن سکے۔ ان چیزوں کا تو خیر سوال ہی کیا۔ نبی ﷺ کی زندگی تو یہ سبق دیتی ہے کہ ایمان لانے والوں کا نصب العین خود اسلامی جماعت بھی نہیں ہے۔ جماعت بھی اصل مقصد کو حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ بجائے خود کوئی مقصود ہرگز نہیں۔

خدا کے بندے خدا کے بندے بن کر ہی خدا کی زمین میں زندگی کی قدر وعظمت جان سکتے ہیں اور دنیا اور اس کے سارے وسائل کو اپنی زندگی کی حقیقی تعمیر میں لگا کر فلاح یاب ہوسکتے ہیں۔ نبی ﷺ کی زندگی اسی فکر وعمل کی زندہ وجاوید مثال ہے۔ عرب کی سرزمین میں آپ ﷺ کے اس اعلان کی گونج اب بھی ہر سال سنی جاسکتی ہے۔

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ

الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ (الانعام: ۶۲،۶۳)

''کہہ دو میری نماز، میرے تمام مراسم عبودیت، میری زندگی اور موت، سب کچھ اللہ ربّ العالمین کے لیے ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے اس کے حضور سر اطاعت خم کرنے والوں میں سے ہوں۔''

کامل نمونہ:

نبی ﷺ کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل خود آپ ﷺ کی زندگی ہے، آپ ﷺ اپنی دعوت کا کامل نمونہ تھے، جو کچھ دوسروں کو بتاتے خود اس پر عمل کر کے دکھاتے، اور اپنی عملی زندگی سے اپنے پیغام کے حق ہونے کی گواہی دیتے، لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے تو خود سب سے پہلے اپنے اسلام کا اعلان کرتے۔

﴿وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ (الانعام: ۶۳)

''اور میں سب سے پہلا مسلم ہوں۔''

داعی اپنی دعوت کا کامل نمونہ اسی وقت بن سکتا ہے جب اس کو اپنی دعوت پر یقین کامل حاصل ہو، نبی ﷺ کو بے مثال یقین کی دولت حاصل تھی، اس لیے آپ ہر لالچ، خوف، مصیبت اور آزمائش سے بے نیاز ہو کر اس جرأت ویقین کے ساتھ اپنی دعوت پیش کرتے کہ سننے والے متاثر ہوجاتے اور ان کے دل گواہی دیتے کہ یہ شخص جھوٹا نہیں ہوسکتا، بات آپ ﷺ کے دل سے نکلتی اس لیے ان کے دل پر اثر کرتی اور جب وہ آپ ﷺ کو دیکھتے کہ جو کچھ کہہ رہے ہیں اس پر آپ کا عمل بھی گواہ ہے تو قبولِ حق کے لیے اُن کے دل کھل جاتے۔

آپ ﷺ کی نجی زندگی، آپ کی گھریلو زندگی، آپ کی سماجی زندگی اور آپ ﷺ کے معاملات سب گواہ تھے کہ آپ ﷺ اپنی تعلیمات میں سچے ہیں، آپ دوسروں سے جو کچھ مطالبہ کرتے ہیں اس سے زیادہ خود عمل کرتے ہیں ......۲۳ سالہ مبارک زندگی میں لوگوں نے طرح طرح کے اعتراضات کیے، اور بھانت بھانت کے الزامات لگائے، لیکن اس طویل مدت میں کسی ایک زبان سے بھی یہ اعتراض نہیں سنا گیا کہ آپ ﷺ جو کچھ کہتے ہیں وہ کرتے نہیں ......

قول وعمل کی اس مطابقت ہی کی برکت تھی کہ لوگ بے اختیار آپ ﷺ کی طرف کھنچتے اور جو بھی قریب آتا وہ آپ کی مبارک زندگی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا، الا یہ کہ اس نے اپنی فطرت ہی مسخ کرلی ہو۔ یہی صورتِ حال دیکھ کر مکہ کے مشرکین آپ ﷺ کو کاہن، جادوگر اور شاعر جیسے القاب سے یاد کرتے اور اپنی قوم کے لوگوں کو آپ ﷺ کے قریب آنے اور آپ ﷺ کی باتیں سننے سے روکتے۔ ان کو بجا طور پر یہ خدشہ ہوتا ہے کہ جو بھی قریب جائے گا وہ اس شمع کا پروانہ بن کر اسی کے گرد طواف کرنے میں مگن ہوجائے گا اور پھر نہ لوٹ سکے گا۔

آپ ﷺ نے خدا کے بندوں کو خدا کی عبادت کی طرف بلایا تو خود عبادت کی وہ اونچی مثال قائم کی جس کی کامل اتباع بھی کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ آپ ﷺ رات رات بھر خدا کے حضور کھڑے رہتے، پیروں میں ورم آجاتا، جاں نثار کہتے۔ حضور! اللہ نے آپ کی اگلی پچھلی ساری لغزشیں معاف فرما دی ہیں پھر آپ کیوں اتنی مشقت اٹھاتے ہیں؟ تو آپ ﷺ جواب دیتے:

﴿اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا﴾

''تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔''

اللہ اکبر شکر گزار بندہ بننے کی کیسی تڑپ تھی۔

آپ ﷺ کی عظمت کا راز ہی یہ ہے کہ آپ ﷺ نے خدا کے بندوں کے سامنے زبان سے جو کچھ کہا، اس پر ایسا عمل کیا کہ خدا نے رہتی زندگی تک کے لیے امت کو ہدایت فرمائی:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

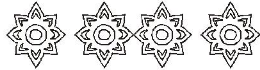
''حقیقت یہ ہے کہ تم لوگوں کے لیے رسول اللہ ﷺ ایک بہترین نمونہ ہے۔'' [الاحزاب: ۲۱]

خدا کی رضا اور آخرت کی کامرانی حاصل کرنے کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ کہ آپ کی زندگی کو اسوۂ حسنہ بنایا جائے اور اس کی کامل پیروی کی جائے۔ خدا نے قرآن میں بندوں کے لیے جو دین اتارا، رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں اس پر عمل کر کے امت کو بتا دیا کہ

تمہیں اس طرح عمل کرنا ہے۔ اور تاریخ گواہ ہے کہ امت کے سب سے بہتر گروہ نے آپ کی اتباع اور پیروی کا حق ادا کردیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے صحابہ کے دور کو سب سے بہتر دور قرار دیا ہے۔ اور امت کو وصیت فرمائی ہے کہ ''میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ''روشن ستارے'' ہیں، ان میں سے جس کے نقش قدم پر بھی چلو گے ہدایت یاب ہوگے۔''

یہ اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے اس حقیقت کی گواہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھی اور آپ کے بعد اسلام کی دعوت دینے والا یہ بہترین گروہ اپنی دعوت کا کامل نمونہ تھا اور ان کی زندگیاں اسلام کی سچی تصویر تھیں۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ جب لوگ آپ ﷺ کو اور آپ کے پاکیزہ ساتھیوں کو دیکھتے تو ان پر اسلام کی حقیقت کھل جاتی۔ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے کہ دین حق کو اپنانے سے کیسا کردار بنتا ہے، کیسی قابل رشک خانگی زندگی بنتی ہے، کیسا اعلیٰ سماج بنتا ہے، اور کیسا مثالی نظام تہذیب وتمدن وجود میں آتا ہے۔ جس میں عدل ہے، مساوات ہے، باہمی ہمدردی اور خیر خواہی ہے، خلوص ومحبت ہے، تعاون اور سلوک ہے، سکون واطمینان ہے، اور کسی کے دل میں کسی کے لیے کوئی کپٹ نہیں کسی کے لیے کسی کے دل میں کوئی نفرت نہیں، نہ کسی کا استحصال ہے اور نہ کسی کی تحقیر وتذلیل، تو ان کے دل پکار اٹھتے کہ یہ لوگ جھوٹے نہیں ہوسکتے اور یقیناً ان کا دین سچا ہے اور یہ بھی قول وعمل کے اتحاد اور اسلام کی کامل اتباع ہی کا نتیجہ تھا کہ ۲۳ سال کی مختصر مدت میں تاریخ کا وہ بے مثال تہذیبی انقلاب آیا جس پر انسانیت رہتی زندگی تک فخر کرتی رہے گی اور تین تہائی عرب نے اس عظیم رسول ﷺ کی پیروی کو اپنے لیے سعادت سمجھا جو اپنے پیش کیے ہوئے دین کا کامل نمونہ تھے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

[جاری ہے]



تحقیق وتنقید

گستاخ اور شاتم رسول کی سزا

مولانا محمد اسماعیل عبداللہ، بلتستانی

﴿يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ٥ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ٥﴾ [التوبة: ٦٤،٦٥]

''منافق ڈرتے ہیں کہ ان پر کوئی ایسی سورت اتاری جائے جو انھیں وہ باتیں بتا دے جو ان کے دلوں میں ہیں۔ کہہ دے تم مذاق اڑاؤ، بے شک اللہ ان باتوں کو نکالنے والا ہے جن سے تم ڈرتے ہو۔ اور بلاشبہ اگر تو ان سے پوچھے تو ضرور ہی کہیں گے ہم تو صرف شغل کی بات کر رہے تھے اور دل لگی کر رہے تھے۔ کہہ دے کیا تم اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کر رہے تھے؟''

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رقم طراز ہیں:

یہ آیات اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کفر ہے۔ لہٰذا گالی گلوچ تو بطریق اولیٰ کفر ہے۔ نیز یہ آیت اس بات کی بھی واضح دلیل ہے کہ جو بدبخت جان بوجھ کر یا ہنسی مذاق سے رسول اللہ ﷺ کی تنقیص کرے گا تو وہ کافر ہوگا۔[الصارم المسلول: ٣١]

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ٥ وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ٥﴾ [الاحزاب: ٥٧،٥٨]

''بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا۔ اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تکلیف دیتے ہیں، بغیر کسی گناہ کے جو انھوں نے کمایا ہو تو یقیناً انھوں نے بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یہ آیت کریمہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دینے والے کے واجب القتل ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی اذیت کو اپنی اذیت کے ساتھ جوڑ دیا جیسے اللہ نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ جوڑا ہے۔ پس جو بدبخت رسول اللہ ﷺ کو اذیت دے گا تو گویا اس نے اللہ کو اذیت دی۔ اور جو اللہ کو اذیت دے گا تو وہ کافر ہوگا اور اس کا خون حلال ہوگا۔[الصارم المسلول: ٢٦۔٤٠]

﴿وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا﴾

[الاحزاب: ٥٣]

''اور تمہارا کبھی بھی حق نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو تکلیف دو اور نہ یہ کہ اس کے بعد کبھی اس کی بیویوں سے نکاح کرو۔ بے شک یہ بات ہمیشہ سے اللہ کے نزدیک بہت بڑی ہے۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ پر آپ ﷺ کی ازواج مطہرات سے شادی کو حرام قرار دیا کیوں کہ اس سے رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچتی ہے اس لیے آپ کی عزت اور احترام کی خاطر اس کام کو عظیم گناہ قرار

دیا۔[الصارم المسلول : ۵۹]

ذیل میں ہم ایسے واقعات بیان کررہے ہیں جس سے شاتم رسول اللہ ﷺ کے واجب القتل ہونا روزِ روشن کی طرح واضح ہوجاتا ہے۔

۱: [کعب بن اشرف یہودی کے قتل کا واقعہ]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کعب بن اشرف کی خبر لانے والا کوئی ہے؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو بہت تکلیف پہنچائی ہے۔ اتنے میں حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے اور کہا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا آپ کو پسند ہے کہ میں اس کو قتل کردوں۔ تو آپ نے فرمایا: ہاں۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا پھر مجھے اجازت دیجیے کہ جو میں مناسب سمجھوں وہ کہہ دوں آپ نے فرمایا تجھے مکمل اختیار ہے۔

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کعب بن اشرف کے پاس آیا اور کہا اس شخص نے ہم سے صدقہ کا مطالبہ کیا ہے اور ہمیں اس نے بڑی مشقت میں مبتلا کردیا ہے اس لیے میں تمہارے پاس کچھ قرض لینے کے لیے آیا ہوں۔ کعب نے کہا تم مزید مشقت اور تکلیف اٹھاؤ گے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا اب تو ہم نے اس کی تابعداری کی ہے ہم اسے چھوڑنا پسند نہیں کرتے جب تک ہم دیکھ نہ لیں کہ آگے اس کا معاملہ کیسا ہوتا ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمارا ارادہ یہ ہے کہ ہم تم سے ایک یا دو وسق بطور قرض لے لیں۔ کعب بن اشرف نے کہا ٹھیک ہے لیکن کوئی چیز میرے پاس گروی رکھو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا تم کیا چیز رکھنا چاہتے ہو؟ کعب نے کہا اپنی عورتیں گروی رکھو۔ انہوں نے کہا ہم اپنی عورتیں تیرے پاس کیسے گروی رکھیں جبکہ تو عرب میں سب سے زیادہ خوبصورت ہے۔

کعب نے کہا تو اپنے بیٹے میرے ہاں گروی رکھ دو تو انہوں نے کہا کہ ہم کس طرح اپنے بیٹوں کو تیرے پاس گروی رکھ دیں۔ اس صورت میں ان کو گالی دی جائے گی اور کہا جائے گا تمہیں ایک یا دو وسق کے بدلے گروی رکھا گیا تھا یہ بات ہمارے لیے باعث عار ہے لیکن ہم تیرے پاس ہتھیار گروی رکھ دیتے ہیں پھر ان کے پاس ہتھیار لے کر آنے کا وعدہ کیا۔

پھر رات کے وقت حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی ابونائلہ رضی اللہ عنہ کو لے کر آئے۔ پھر کعب نے ان کو قلعہ کی طرف بلایا وہ خود بھی ان کی طرف آنے لگا تو اس کی بیوی نے کہا تو اس وقت کہاں جارہا ہے۔ تو کعب نے کہا وہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور میرا رضاعی بھائی ابونائلہ ہے۔ بیوی نے کہا میں تو ایسی آواز سنتی ہوں جس سے خون ٹپکتا ہے۔ کعب نے کہا یہ تو میرا بھائی محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ہے اور میرا رضاعی بھائی ابونائلہ ہے باعزت شخص کو اگر رات کے وقت بھی نیزے مارنے کی طرف بلایا جائے وہ اس دعوت کو قبول کرے گا۔

پھر کعب اپنے سر کے اوپر چادر لپیٹ کر ان کے پاس آیا اور ان سے خوشبو مہک رہی تھی۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آج کی طرح خوشبو کبھی میں نے اس سے پہلے نہیں سونگھی۔ کعب نے کہا میرے پاس وہ عورت ہے جو تمام عرب عورتوں سے زیادہ عطر سے معطر رہتی ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم مجھے اپنے سر کی خوشبو سونگھنے کی اجازت دو گے تو کعب نے کہا ہاں! تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے سونگھا اور ساتھیوں کو بھی سونگھایا۔ پھر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا مجھے دوبارہ سونگھنے کی اجازت ہے تو اس نے کہا ہاں۔ پھر جب حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے مضبوطی سے اس کے سر کو پکڑ لیا تو ساتھیوں سے کہا تم اس کو قتل کرو تو انہوں نے اسے قتل کردیا۔ پھر وہ اللہ کے نبی ﷺ کے پاس آئے اور کعب کے قتل کی خوشخبری دی۔[صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب قتل کعب بن الاشرف، رقم: ۴۰۳۷]

۲: [ابورافع سلام بن ابی الحقیق یہودی کے قتل کا واقعہ]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چند انصاری اصحاب کو ابورافع یہودی کی طرف بھیج دیا اور ان پر حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا۔ ابورافع اللہ کے نبی ﷺ کو اذیت دیتا تھا اور آپ کے مخالفین کی مدد کرتا تھا اور وہ سرزمین

حجاز میں اپنے ایک قلعہ میں رہتا تھا۔ جب وہ ان کے قریب پہنچ گئے تو اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا اور لوگ اپنے مویشی واپس لا چکے تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم اپنی جگہ پر بیٹھے رہو میں جا کے دربان سے نرمی کرتا ہوں ممکن ہے کہ اس تدبیر سے میں اندر داخل ہوسکوں پھر وہ قلعہ کی طرف چلا گیا۔ یہاں تک کہ دروازے کے نزدیک پہنچ گیا تو اس نے خود کو کپڑے میں لپیٹ کر اس طرح ظاہر کیا گویا وہ قضائے حاجت کے لیے بیٹھے ہیں لوگ سب اندر داخل ہو چکے تھے پھر دربان نے اس کو آواز دی اے اللہ کے بندے اگر تیرا اندر داخل ہونے کا ارادہ ہے تو داخل ہوجاؤ کیونکہ میرا ارادہ دروازہ بند کرنے کا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں قلعہ کے اندر داخل ہو کر چھپ گیا۔ جب سارے لوگ اندر داخل ہوگئے اور دروازہ کو بند کردیا اور چابیوں کو ایک کھونٹی پر لٹکا دیا گیا تو میں نے جا کر ان چابیوں کو پکڑ لیا اور ابورافع کے پاس لوگ قصہ گوئی کے لیے رات کے وقت آتے تھے اور وہ خود اوپر بالا خانے میں رہتا تھا۔ جب ابورافع کے پاس سے قصہ خواں چلے گئے تو میں اس کے بالا خانے کی طرف چڑھ گیا جب بھی میں کوئی دروازہ کھولتا تھا اس کو میں اندر سے بند کرتا میں یہ سوچتا تھا کہ اگر لوگوں کو میری خبر ہوجائے تب بھی وہ ان کے قتل تک میرے قریب نہ پہنچ پائیں۔ پھر میں ان کے قریب پہنچ گیا تو دیکھا کہ وہ ایک تاریک مکان میں اپنے بال بچوں کے درمیان سویا ہوا ہے مجھے یہ پتا نہیں چلا کہ وہ مکان کے کس جگہ پر ہے۔ میں نے کہا اے ابورافع یہ سن کر اس نے کہا یہ کون شخص ہے؟ پھر میں نے آواز کی طرف جھک کر تلوار سے زوردار حملہ کیا اور میں قدرے خوفزدہ تھا اور اس ضرب سے کوئی خاص فائدہ بھی نہ ہوا۔ اور وہ خود چیخنے اور چلانے لگا تو میں مکان سے باہر نکل گیا اور تھوڑی دیر باہر رہ کر دوبارہ اندر اس کے پاس داخل ہوگیا اور میں نے کہا اے ابورافع یہ کیسی آواز ہے؟ ابورافع نے کہا تیری ماں پر آفت ہو تھوڑی دیر قبل گھر سے کسی نے مجھ پر تلوار سے حملہ کیا ہے۔ پھر میں نے تلوار سے اس پر حملہ کر کے اس کو زخمی کردیا لیکن وہ مارا نہیں گیا۔ پھر میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ پر رکھ کر زور لگایا تو تلوار اس کے پیٹ کو چیر کر پیٹھ میں پیوست ہوگئی۔ پھر مجھے یقین ہوگیا کہ میں اس کو قتل کر چکا ہوں۔

پھر میں دروازوں کو ایک ایک کر کے کھولنے لگا یہاں تک کہ میں اس کی ایک سیڑھی پر پہنچ گیا۔ اس پر میں نے اپنا پاؤں رکھ دیا میرا خیال تھا کہ میں زمین پر پہنچ چکا ہوں لیکن میں چاندنی رات میں زمین پر گر گیا میری پنڈلی ٹوٹ گئی تو اس پر میں نے اپنی پگڑی باندھ لی۔ پھر میں جا کے دروازے کے پاس بیٹھ گیا میں نے کہا کہ میں آج رات یہاں سے نہیں نکلوں گا جب تک مجھے یقین نہ ہوجائے کہ میں نے اس کو قتل کردیا ہے۔ صبح کے وقت جب مرغے کی آواز آئی تو دیوار پر موت کی خبر دینے والے نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ میں تمہیں اہل حجاز کے ایک بڑے تاجر ابورافع کی موت کی خبر دیتا ہوں۔ پھر میں جلدی سے اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور کہا اب تم بچ کے نکل جاؤ۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ابورافع کو ختم کردیا ہے۔ پھر میں اللہ کے نبی ﷺ کے پاس پہنچ گیا اور سارا واقعہ سنا دیا تو آپ نے فرمایا اپنا پاؤں پھیلاؤ میں نے اپنا ٹوٹا ہوا پاؤں دکھایا تو آپ نے اپنا مبارک ہاتھ اس پر پھیرا تو وہ ایسا ہوگیا گویا مجھے اس سے پہلے کوئی تکلیف ہی نہیں ہوئی۔

[صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب قتل أبي رافع عبدالله بن ابي الحقيق ويقال: سلام بن أبي الحقيق......، رقم: ٤٠٣٩]

۳: [ایک نابینا صحابی کا اپنی لونڈی کو قتل کرنے کا واقعہ]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک نابینا صحابی کی ایک ام ولد ''یعنی وہ لونڈی جس سے بچہ ہوجائے'' تھی وہ اللہ کے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی اور زبان درازی کرتی تھی تو وہ نابینا اُسے منع کرتا تھا لیکن وہ رکتی نہیں تھی اور وہ ڈانٹتا تھا لیکن وہ باز نہیں آتی تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

''ایک دفعہ رات کے وقت اللہ کے نبی ﷺ کے بارے میں زبان درازی اور گستاخی کرنے لگی تو اس نے خنجر اٹھا کر اس کے پیٹ پر مارا اور زور لگا کر اس کو قتل کردیا اس دوران ایک چھوٹا بچہ اس لونڈی کے

دونوں پاؤں کے درمیان گر کر خون آلود ہوگیا صبح کو یہ بات نبی ﷺ تک پہنچی تو آپ نے لوگوں کو جمع کر کے کہا اس شخص کو میں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں جس پر میرا حق ہے جو کچھ اس نے کیا ہے وہ کھڑے ہو کر بتائے۔

یہ بات سن کر وہ نابینا صحابی لوگوں کی گردنیں روندتا ہوا آیا اور کہا اے اللہ کے رسول ﷺ یہ کام میں نے کیا ہے۔ یہ آپ کی شان میں گستاخی اور زبان درازی کرتی تھی میں اسے منع کرتا لیکن وہ رکتی نہیں تھی میں اسے ڈانٹتا تھا لیکن وہ باز نہیں آتی تھی اور میرے ان سے دو موتی جیسے خوبصورت بیٹے ہیں اور وہ مجھ پر بہت مہربان تھی کل رات کے وقت وہ دوبارہ آپ کی شان میں گستاخی اور زبان درازی کرنے لگی تو میں نے خنجر اٹھا کر اس کے پیٹ میں پیوست کر دیا اور زور لگا کر اُسے قتل کر دیا۔ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: تم سب گواہ رہو اس مقتولہ کا خون رائیگاں ہے۔[سنن ابوداؤد، کتاب الحدود، باب الحکم فیمن سب النبی ﷺ، رقم: ٤٣٦١]

۴: [فتح مکہ کے موقع پر اللہ کے نبی ﷺ نے چار مردوں اور دو عورتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر چار مردوں اور دو عورتوں کے علاوہ سب کو معاف کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان افراد کو کعبہ کے پردہ سے بھی لٹکے ہوئے پاؤ پھر بھی ان کو قتل کر دو۔ ان میں عکرمہ بن ابی جہل اور عبداللہ بن خطل اور مقیس بن صبابہ اور عبداللہ بن سعد بن ابی السرح شامل تھے۔ عبداللہ بن خطل کعبہ کے پردہ سے چمٹا ہوا تھا اس کو قتل کرنے کے لیے حضرت سعید بن حریث اور عمار بن یاسر دونوں دوڑ پڑے پس حضرت سعید رضی اللہ عنہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے سبقت لے گئے اور اس کو قتل کر دیا۔ حضرت سعید حضرت عمار سے زیادہ نوجوان تھا۔

مقیس بن صبابہ کو لوگوں نے بازار میں پا کر قتل کر دیا۔ عکرمہ بن ابی جہل مکہ سے بھاگ کر کشتی میں سوار ہوا تو وہاں تند و تیز ہوا چلی تو کشتی والوں نے کہا تم اس مشکل وقت میں صرف اللہ کو پکارو تمہارا معبود یہاں کارآمد ثابت نہیں ہوگا۔ عکرمہ نے کہا اللہ کی قسم اس سمندر سے بچنے کا ذریعہ صرف اللہ ہی کو پکارنا ہے تو خشکی میں بھی مجھے بچانے والا اللہ کے سوا کوئی نہیں۔ اے اللہ! میں آپ سے پختہ وعدہ کرتا ہوں اگر آپ مجھے اس مشکل سے نجات دے دیں تو میں محمد ﷺ کے پاس جا کر اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ رکھ کر بیعت کروں گا میں ان کو ضرور درگزر کرنے والا باعزت پاؤں گا پھر وہ اس وعدہ کے مطابق آ کے مسلمان ہوگئے۔

عبداللہ سعد بن ابی السرح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس چھپا رہا جب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو بیعت کی طرف دعوت دی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سعد بن ابی السرح کو آپ ﷺ کے سامنے لا کر کھڑا کیا اور کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ عبداللہ سے بیعت کیجیے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے ان کی طرف تین مرتبہ دیکھا اور ہر بار انکار کیا پھر چوتھی مرتبہ آپ نے ان سے بیعت کی۔

پھر آپ نے اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا تم میں کوئی دانشمند آدمی نہیں تھا جب میں نے اپنے ہاتھ کو اس کی بیعت سے روک دیا تھا یہ دیکھ کر جا کے اُسے قتل کر دیتا۔ اصحاب رضی اللہ عنہم نے فرمایا اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمیں کیا پتا آپ کے دل میں کیا ہے؟ آپ نے اپنی آنکھوں سے ہمیں اشارہ کیوں نہیں کیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: آنکھوں سے اشارہ کرنا کسی نبی کی شان کے لائق نہیں۔[سنن النسائی، کتاب المحاربة، باب الحکم فی المرتد، رقم: ٤٠٧٢ صحیح سنن نسائی، رقم: ٤٣٦٣]

شاتم رسول کی سزا کے بارے میں خلفاء کی آراء:

ا: [خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی رائے]

حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ آپ ایک شخص پر سخت ناراض ہوگئے تو میں نے کہا اے اللہ کے رسول کے جانشین! کیا آپ مجھے اس شخص کی گردن اڑا دینے کی اجازت دیں گے؟ میری یہ بات سن کر آپ کا غصہ ٹھنڈا ہوگیا پھر اٹھ کر چلے گئے۔ پھر مجھے بلانے کے لیے کوئی آدمی بھیج دیا اور کہا ابھی

تم نے کیا کہا تھا؟ میں نے کہا آپ مجھے اس کی گردن اڑانے کی اجازت دیجیے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں حکم دیتا تو تم یہ کام کر گزرتے؟ میں نے کہا ہاں تو آپ نے فرمایا اللہ کی قسم یہ تو صرف محمد ﷺ کی خصوصیت ہے اور کسی کے لیے یہ لائق نہیں۔ [سنن ابو داؤد، كتاب الحدود، باب الحكم فيمن سب النبي ﷺ، رقم: ٤٠٧٢ صحيح ابوداؤد: ٤٣٦٣]

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے علماء کی ایک جماعت نے شاتم رسول کے قتل کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ ان علمائے کرام میں امام ابوداؤد رحمہ اللہ امام اسماعیل بن اسحاق اور قاضی ابویعلی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم ان کے علاوہ بہت سے علماء امت کی یہی رائے ہے۔ رحمۃ اللہ علیہم

وجہ استدلال اس طرح ہے کہ ابوبرزہ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو دیکھا کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو گالی دے رہا ہے اور آپ کی شان میں گستاخی کر رہا ہے یہاں تک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت ناراض ہو گئے تو حضرت ابوبرزہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے قتل کی اجازت طلب کی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بتایا اگر وہ حکم دیتے تو اس شخص کا کام تمام کر دیتا۔ اس کے جواب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ تو نبی ﷺ کے علاوہ کسی کے لیے لائق نہیں۔ [الصارم المسلول: ٩٤]

۲: [خلیفہ ثانی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے]

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی کتاب ''الصارم المسلول'' میں مجاہد سے نقل کرتے ہیں انہوں نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شاتم رسول کو لایا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص اللہ کو گالی دے اور انبیائے کرام میں سے کسی کو گالی دے تو اس کو قتل کر دو۔ [الصارم المسلول: ٢٠١]

۳: [خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی رائے]

حضرت خلید رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو گالی دی تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے لکھا اسے قتل نہیں کیا جائے گا مگر اس شخص کو قتل کیا جائے گا جو اللہ کے نبی ﷺ کو گالی دے۔ لیکن اس کے سر پر چند کوڑے مارے جائیں گے اگر مجھے یہ معلوم نہ ہوتا کہ یہ ان کے حق میں بہتر ہے تو میں یہ کام نہ کرتا۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے یہی مشہور ہے اور وہ خلیفہ راشد بڑے عالم اور متبع سنت ہیں۔ (لہٰذا ان کی بات معتبر ہے۔) [الصارم المسلول: ٢٠٥]

شاتم رسول کی سزا کے بارے میں فقہائے امت کی آراء:

ا: [امام اہل السنۃ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی رائے]

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ کو گالی دے یا آپ کی تنقیص کرے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر وہ واجب القتل ہے۔ آپ نے فرمایا میری رائے کے مطابق توبہ کا مطالبہ کیے بغیر اُسے قتل کیا جائے۔ [الصارم المسلول: ٥٢٥]

۲: [امام دار الھجرۃ امام مالک رحمہ اللہ کی رائے]

ابن القاسم امام مالک رحمہ اللہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جو شخص نبی ﷺ کو گالی دے تو اسے توبہ کا مطالبہ کیے بغیر قتل کیا جائے گا۔ امام ابن القاسم فرماتے ہیں اللہ کے نبی ﷺ کو گالی دے یا کوئی عیب ظاہر کرے یا آپ کی تنقیص کرے بیشک اس شخص کو زندیق کی طرح قتل کیا جائے گا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی عزت اور احترام کا حکم دیا ہے۔ [الصارم المسلول: ٥٢٦]

۳: [امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے]

اسی طرح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے اصحاب نے فرمایا ہے جو بھی اللہ کے نبی ﷺ کی تنقیص کرے یا آپ سے برأت کا اظہار کرے یا آپ کو جھٹلائے تو وہ مرتد ہے۔ [الصارم المسلول: ٥٢٧]

۴: [امام شافعی رحمہ اللہ اور آپ کے اصحاب کی رائے]

اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ کے اصحاب نے فرمایا ہے کہ ہر وہ شخص جو اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ اس انداز سے پیش آئے جس میں آپ

کی رسوائی ہوتو یہ کام صراحتاً گالی دینے کے مترادف ہے کیونکہ نبی ﷺ کو رسوا کرنا کفر ہے۔[الصارم المسلول : ٥٢٧]

۵: [امام قاضی عیاض ؒ کی رائے]

قاضی عیاض ؒ فرماتے ہیں ہر وہ شخص جو نبی ﷺ کو گالی دے یا عیب ظاہر کرے یا آپ کی ذات یا نسب یا آپ کے دین یا آپ کی عادات میں سے کسی عادت کی تنقیص کرے یا سب اور شتم کے طور پر آپ پر شبہ یا حقارت کا اظہار کرے یا آپ سے بغض رکھے یا آپ پر عیب ظاہر کرے تو گویا وہ اللہ کے نبی ﷺ کو گالی دے رہا ہے اس گالی دینے والے کے بارے میں حکم یہی ہے کہ اسے قتل کیا جائے گا۔ [الصارم المسلول : ٤/٣]

شاتم رسول کے قتل پر امت کا اجماع:

ا: امام ابن المنذر ؒ فرماتے ہیں اکثر اہل علم شاتم رسول کی حد قتل ہونے پر متفق ہیں۔ جن علمائے کرام نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے ان میں امام مالک، امام لیث، امام احمد بن حنبل، امام اسحاق ؒ شامل ہیں اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔

۲: امام اسحاق بن راہویہ جو بہت بڑے ائمہ میں سے تھے انہوں نے فرمایا تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ جو اللہ یا اس کے رسول ﷺ کو گالی دے یا اللہ کا نازل کردہ کوئی حکم مسترد کردے یا اللہ تعالیٰ کے انبیائے کرام میں سے کسی نبی محترم کو قتل کردے ایسا شخص اس کے اس کام کی وجہ سے کافر ہوگیا اگرچہ وہ اللہ کی طرف نازل شدہ کتاب پر ایمان رکھتا ہو تب بھی وہ کافر ہے۔

۳: امام خطابی ؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کو گالی دینا دین سے مرتد ہونے کا سبب ہے مجھے یہ معلوم نہیں کہ مسلمانوں میں سے کسی نے بھی اس کے واجب القتل ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں اختلاف کیا ہو۔

نبی محترم ﷺ کا دفاع:

ا: حضرت ابوہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے نبی ﷺ کو حضرت حسان بن ثابت ؓ سے فرماتے ہوئے سنا میری طرف سے کفار کو جواب دو اور ان کے لیے دعا بھی فرمائی کہ اے اللہ روح القدس کے ذریعے اس کی مدد فرما۔

۲: حضرت براء بن عازب ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے نبی ﷺ کو حضرت حسان بن ثابت ؓ سے فرماتے ہوئے سنا کافروں کی ہجو بیان کر جبرئیل امیں تیرے ساتھ ہیں۔[صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب فضل حسان بن ثابت ؓ، رقم: ٢٤٨٦/٦٣٨٧]

۳: حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم قریش کی ہجو بیان کرو کیونکہ ہجو ان کو تیروں کی بوچھاڑ سے بھی زیادہ ناگوار ہے۔

پھر حضرت حسان ؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو سچا پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا ہے میں آپ کو قریش سے ایسے انداز سے نکال لوں گا جیسے بال آٹے سے نکال لیا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ حضرت حسان ؓ سے فرماتے تھے روح القدس ہمیشہ تیری مدد کرتے رہیں گے جب تک تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے جواب دیتا رہے گا۔

حضرت حسان ؓ نے فرمایا:

⊙ تو نے محمد ﷺ کی برائی بیان کی میں نے اس کا جواب دیا اس کا بدلہ اللہ سے مجھے مل جائے گا۔

⊙ نیک اور پرہیزگار محمد ﷺ کی تو نے برائی بیان کی ہے وہ تو اللہ کا رسول ہے اور وفاداری آپ کی خصلت ہے۔

⊙ بلاشبہ میرے ماں اور باپ اور میری آبرو محمد ﷺ کی عزت و آبرو بچانے کے لیے قربان ہیں۔

⊙ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے ایک بندہ مبعوث کیا ہے جو سچ کہتا ہے اس میں شک اور شبہ نہیں۔

⊙ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے ایک لشکر تیار کیا جو انصار کا لشکر ہے جن کا کھیل کافروں سے مقابلہ کرنا ہے۔

⊙ ہم تو ہر روز ایک نہ ایک تیاری میں ہیں۔ کافروں سے گالم گلوچ

ہے یا ان سے مقابلہ ہے یا کافروں کی ہجو ہے۔

⦿ جو تم میں اللہ کے رسول ﷺ کی ہجو کرے یا ان کی تعریف کرے یا مدد کرے وہ سب برابر ہے۔

⦿ جبرئیل ہم میں اللہ کے رسول ہیں اور روح القدس ہیں جن کا کوئی ثانی نہیں۔[صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب فضل حسان بن ثابت ﷺ: ٦٣٩٥/ ٢٤٩٠]

شاتم انبیاء علیہم السلام کی سزا:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انبیائے کرام میں سے کسی نبی کو گالی گلوچ دینے والے کا حکم اسی طرح ہے جس طرح ہمارے نبی ﷺ کو گالی دینے والے کا حکم ہے۔ کیونکہ تمام انبیاء سابقین پر عمومی طور پر ایمان رکھنا واجب ہے۔ اور جن انبیائے کرام کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآنِ مجید میں فرمایا ان پر خصوصی طور پر ایمان رکھنا واجب ہے۔ ان میں سے کسی کو گالی گلوچ دینے والا مسلمان ہونے کا دعویدار ہے تو یہ کام ان کے کافر اور مرتد ہونے کا باعث ہے اگر یہ کام کسی ذمی سے سرزد ہو یہ باعث جنگ اور محاربت ہے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين .

انتقال پر ملال: حکیم پروفیسر عبدالرحمٰن عثمانی (گوجراں والا) کے والد گرامی الحاج کریم بخش جالندھری ۲۷ جنوری بروز جمعرات طویل علالت کے بعد گزشتہ دنوں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ...... مرحوم سماجی وسیاسی حلقوں میں جانے پہچانے آدمی تھے۔ احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ کثیر احباب نے نماز جنازہ میں شرکت فرمائی۔ [پس ماندگان]

دعائے صحت: حافظ ریاض احمد عاقب صاحب (مؤلف کتب کثیرہ ومدرس مرکز ابن القاسم الاسلامی ملتان) بعض عوارض کے باعث علیل ہیں۔ دعا کریں کہ اللہ ربّ العزت اُن کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے، آمین ...... [عبدالرحیم اظہر ڈیروی]

ضرورت رشتہ: بیٹی عمر ۲۹ سال، حافظہ قرآن، ایم اے ایجوکیشن اور وفاق المدارس السّلفیہ، خلع کی وجہ سے عقد ثانی کی ضرورت ہے۔ دینی ودنیاوی تعلیم سے مزین برسر روزگار، ترجیحاً لاہور سے رشتہ درکار ہے۔ والدین رابطہ فرمائیں۔ 0321-4864916/0321-4464035

مولانا عبداللہ یوسف کو صدمہ: مولانا عبداللہ یوسف (ناظم دارالحدیث وامیر مرکزی جمعیت اہل حدیث شہر اوکاڑا) اور حافظ عبدالسمیع اوکاڑوی کی ماموں زاد بہن، ۲۶ جنوری کو کوئٹہ میں ملازمت کے دوران سرکاری گاڑی پر اندھا دھند فائرنگ سے ڈرائیور سمیت شہید ہو گئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اگلے روز رات نو بجے شہیدہ کی میت اوکاڑا پہنچی۔ پروفیسر مولانا حافظ عبید الرحمٰن محسن آف راجووال نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی (شیخ الحدیث)، مولانا حافظ محمد عبداللہ اصغر (نائب شیخ الحدیث)، عمر فاروق لکھوی ناظم شہر سمیت سیکڑوں سیاسی ومذہبی احباب شریک جنازہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی بشری لغزشیں معاف کر کے جنت الفردوس عطا فرمائے، آمین۔

[شریک غم: حافظ خلیل الرحمٰن مجاہد صدر اہل حدیث یوتھ فورس سٹی اوکاڑا]

سیرت النبی ﷺ کانفرنس: مدرسہ سیّدہ فاطمۃ الزہراؓ للبنات رجسٹرڈ محمدی کالونی گھلواں روڈ علی پور ضلع مظفر گڑھ کی طرف سے سالانہ سیرت النبی ﷺ کانفرنس ۲۰ر فروری ۲۰۱۱ء بروز اتوار بعد نماز ظہر تا عشاء منعقد ہوگی۔ پروفیسر محمد ابراہیم بھٹی، مولانا عبدالرحمٰن شاہین، قاری عصمت اللہ ودیگر خطاب کریں گے۔ [ابومحمد عبدالستار علی پوری]

ہفت روزہ الاعتصام کا ای میل ایڈریس
Email:aitisam@gmail.com

پند ونصائح

قسط نمبر ۲

چند خوش نصیب لوگ

فاروق الرحمٰن یزدانی، مدرس جامعہ سلفیہ فیصل آباد

مومنین کی مدد کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی معیت:

جس طرح اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام اور انبیائے کرام پر ایمان لانے اور ان کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے والے مومنین کے لیے اپنی معیت (ساتھ) کا اعلان فرمایا ہے۔ اس طرح جو لوگ مومنین کی مدد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی اپنی معیت کا شرف بخشا ہے۔

چناں چہ کفر واسلام کا پہلا معرکہ بدر کے مقام پر جب لڑا گیا تو اس وقت مسلمانوں کی تعداد صرف تین سو تیرہ تھی وہ بھی تہی دست تقریباً غیر مسلح، جب کہ کفار ایک ہزار کا لشکر اور ہر قسم کے ہتھیاروں سے مسلح تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی چودہ سالہ نبوت کی محنت اور کمائی بدر کے میدان میں ڈھیر کرکے اللہ تعالیٰ سے مدد کی درخواست کی تو اللہ کریم نے آسمان سے فرشتوں کی فوج مسلمانوں کے شانہ بشانہ لڑنے کے لیے اتار دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو جو پیغام دے کر بھیجا اسے قرآنِ مجید کے حروف میں یوں بیان فرمایا:

﴿اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓىِٕكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ۝﴾ [الانفال: ۱۲]

''جب وحی کی آپ کے ربّ نے فرشتوں کی طرف کہ بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں تم ثابت قدم رہو۔ (حوصلہ دو، مضبوط کرو) ان لوگوں کو جو ایمان لائے میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا تم ان کافروں کی گردنوں اور جوڑ جوڑ پر مارو۔''

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو جو مسلمانوں کی مدد کے لیے آرہے تھے فرمایا: ﴿انی معکم﴾

بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی بھی اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کرے گا، اللہ تعالیٰ کی مدد، معیت اور نصرت اس کو نصیب ہوگی۔ دیکھ لیجیے اگر محمد بن قاسم رحمہ اللہ ایک مسلمان عورت کی مدد کے لیے نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ومدد سے کفر کا سینہ چیرتے ہوئے ملتان کے در و دیوار تک پہنچتا ہے۔ اور ایک ہم ہیں کہ آج اپنی تجوریوں اور پیٹ کی بوریوں کو بھرنے کے لیے زمینی حقائق کا عذر تراش کر مصلحت وعقل اور دانش مندی کا نام دے کر اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے جان ومال کو تباہ وبرباد کررہے ہیں اور مسلمان بہنوں، بیٹیوں کو کفار کے درندوں کے رحم وکرم پر چھوڑ رہے ہیں۔ ان حالات کی وجہ سے جب اللہ تعالیٰ کی مدد ہم سے کوسوں دور چلی جائے گی پھر ہم اپنی ہی قوم کو دشمن کا نام لے کر ڈرائیں گے نہیں تو اور کیا کریں گے جیسا کہ (گزشتہ دنوں وزیر اعظم میر ظفر اللہ جمالی نے قوم کو یہ مژدہ سنایا تھا) آج کل کے ہمارے حکمران ہمیں بھارت کے طاقتور ہونے کا خوف دلاتے رہتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہمارے اعمال اور اسلام ومسلمان دشمنی میں پیش کیے جانے والے کردار کا منطقی نتیجہ ہے۔ جو ہم نے افغان بھائیوں کے قتل وغارت میں ادا کیا اور کررہے ہیں۔ مجاہدین اور ان کے معاونین کے خلاف ہمارے فکری میلان کا ثمر ہے۔ اس سے نہ صرف کہ ہم اللہ تعالیٰ کی تائید وحمایت سے محروم ہوجائیں گے۔ بلکہ اگر ہمارے لچھن یہی رہے اور ہم نے اپنی روش نہ بدلی تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کوڑا کسی بھی صورت اور کسی بھی وقت ہم پر برس سکتا ہے۔ (استغفر اللہ، اعاذنا اللہ منہ)

مجاہدین ومحسنین کے لیے اللہ تعالیٰ کی معیت:

جہاد کرنا بہت بڑا نیکی کا عمل ہے جسے ناطق وحی پیغمبر ﷺ نے

سنـام الاسلام، اسلام کی چوٹی قرار دیا ہے۔ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں دین اسلام کی ترویج واشاعت اور ترقی وبلندی کی کوشش کرتا ہے تو اس کی یہ کوشش وجدوجہد جہاد ہی کہلائے گی کیوں کہ جہاد کا لفظ اپنے اندر بہت وسعت رکھتا ہے جو آدمی بھی اپنے ہر قسم کے دنیاوی مفادات سے بالاتر ہو کر خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا وخوش نودی کے لیے اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کو نیکی فرمایا ہے۔ کیوں کہ نیکی انتہا درجہ کے خلوص کا ہی نام ہے جیسا کہ حدیث جبرائیل علیہ السلام میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اس سوال کہ مـا الاحسـان؟ احسان یعنی اخلاص (نیکی) کیا ہے؟ کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

ان تـعبـد الـله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك . [بخاری، کتاب الایمان]

کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کہ جس طرح تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ تصور پیدا نہ ہو سکے تو پھر یہ یقین کر لے کہ اللہ تعالیٰ تجھے دیکھ رہا ہے ظاہر ہے کہ جب انسان کی یہ حالت ہوگی تو اس میں اعلیٰ درجہ کا خلوص ہوگا جو لوگ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کرتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے لیے اپنی معیت کا اعلان ان الفاظ میں فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ جٰهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝﴾ [العنکبوت: ٦٩]

"جن لوگوں نے ہمارے لیے (ہمارے راستے میں) کوشش کی البتہ ہم ان کو ضرور اپنے راستے دکھا دیتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

متقین کے لیے اللہ تعالیٰ کی معیت:

تقویٰ پرہیزگاری بھی انسان کو انتہائی خلوص سے عمل کرنے کے ساتھ ہی حاصل ہوتی ہے۔ کیوں کہ ہمہ قسم کے صغیرہ یا کبیرہ گناہوں سے بچنا ہی حتی کہ شکوک وشبہات کے کاموں اور چیزوں سے بھی اجتناب کرنا تقویٰ کہلاتا ہے۔ چوں کہ متقی انسان بھی اپنی تمام تر خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے قربان کر دیتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ شرف بخشا ہے کہ اسے اپنی معیت نصیب فرمائی۔

چناں چہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڏ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَاۗفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَاۗفَّةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝﴾ [التوبة: ٣٦]

"بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی کتاب میں مہینوں کی گنتی بارہ مہینے ہے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں یہ سیدھا دین ہے تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے اکٹھے ہو کر لڑائی کرو۔ جیسا کہ وہ اکٹھے ہو کر (مل کر) تم سے لڑتے ہیں۔ اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ متقی پرہیزگار لوگوں کے ساتھ ہے۔"

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝﴾

"اے ایمان والو! کافروں میں سے جو تمہارے قریب (آس پاس) ہیں ان سے لڑو اور انہیں تمہاری سختی وبہادری معلوم ہونی چاہیے۔ اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔" [التوبة: ١٢٣]

ایک اور مقام پر یوں ارشاد ہوتا ہے:

﴿اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ۭ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝﴾

"حرمت والا مہینہ حرمت والے مہینے کے بدلے میں ہے اور حرمتوں کا بدلہ ہے تو جو شخص تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر اتنی زیادتی کرو جتنی زیادتی اس نے تم پر کی ہے۔ اور اللہ

تعالیٰ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ متقین، پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔''[البقرۃ: ۱۹۶]

ان آیات بینات میں متقین کے لیے اللہ تعالیٰ کی معیت (مدد) کا شرف حاصل ہونا واضح طور پر بیان ہورہا ہے۔

صبر کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی معیت:

اسلام میں صبر کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ اس لیے کہ صبر ایک بہت مشکل امر ہے البتہ جو اس کو اپنا لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے آسانیاں پیدا فرما دیتے ہیں اور پھر اس شخص کے لیے کوئی بھی کام مشکل نہیں ہوتا۔ صبر کے تین معانی بیان کیے جاتے ہیں:

(۱) نیکی کرنا۔ (۲) گناہ سے بچنا۔ (۳) کوئی مصیبت آئے تو خندہ پیشانی اور ثابت قدمی سے اس کو برداشت کرنا۔

کیوں کہ جب آدمی کوئی نیکی کا کام کرتا ہے تو اس کے لیے اسے اپنی خواہشات کو قربان کرنے کے ساتھ ساتھ بعض اوقات مشقت بھی اٹھانا پڑتی ہے۔ اور گناہ سے بچنے کے لیے بھی یہی معاملہ کارفرما ہوتا ہے اور پھر کبھی نیکی کرنے یا گناہ سے بچنے کی وجہ سے کوئی مصیبت آجاتی ہے تو وہ شخص مصیبت تکلیف، اور پریشانی کی وجہ سے نیکی کرنا نہیں چھوڑتا۔ اور نہ ہی وہ گناہ کرنا شروع کردیتا ہے۔ بلکہ اس کے برعکس وہ تکلیف اور مصیبت کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے برداشت کرلیتا ہے۔ عام طور پر صبر کا یہی معنی ومفہوم لیا جاتا ہے۔ بہرحال صبر کرنا بہت بڑا نیکی کا عمل ہے۔ جس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کے لیے خصوصی طور پر اپنی معیت کا اظہار فرمایا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۝﴾ [البقرۃ: ۱۵۳]

''اے ایمان والو! مدد طلب کرو صبر اور نماز کے ساتھ بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

یعنی جب بھی کوئی مصیبت آجائے تو ایمان پر ثابت قدم رہو اور نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے مصیبت اور مشکل کے ٹلنے کا سوال کرو۔ جو شخص ایسا کرے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرمائیں گے اور اس مصیبت کے خلاف اپنے اس بندے کا ساتھ دیں گے جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ شخص مصائب ومشکلات پر قابو پالے گا۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت طالوت علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں سے ہی ایک گروہ نے اس وقت کے اپنے نبی (حضرت شمویل علیہ السلام) سے مطالبہ کردیا کہ ہمارا کوئی سربراہ، سردار، کمانڈر اور چیف آف آرمی سٹاف مقرر کردیں کہ جس کی سربراہی میں ہم جہاد کریں۔

حضرت شمویل علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ اور سردار مقرر کردیا ہے۔ تو پہلے تو انہوں نے لغو قسم کے کئی اعتراض کیے کہ اس کے پاس مال ودولت نہیں ہے اس لیے وہ ہمارا سردار کیسے ہوسکتا ہے۔ لیکن جب یہ فیصلہ تبدیل نہ ہوا تو ایک موقعہ پر جب حضرت طالوت علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر جالوت کافر کی فوج سے جہاد اور لڑائی کے لیے نکلے تو اس وقت بعض لوگوں نے یہ بات کہی:

لا طاقة لنا اليوم بجالوت وجنوده .

کہ ہم تو جالوت اور اس کی فوج کا مقابلہ نہیں کرسکتے تو جو لوگ مخلص تھے انہوں نے جو جواب دیا اللہ کریم نے اسے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

﴿قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾

''جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی ملاقات (قیامت کے قائم ہونے) کا یقین تھا انہوں نے کہا (تمہیں گھبرانا نہیں چاہیے کیوں کہ) کتنی ہی تھوڑی جماعتیں اللہ تعالیٰ کے حکم (مدد) سے بڑی جماعتوں پر غالب آگئیں اور اللہ تعالیٰ تو صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''[البقرۃ: ۲۴۹]

اور پھر جب وہ کفار کے مقابلہ میں نکلے تو انہوں نے یہ دعا کی:

﴿رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝﴾ [البقرۃ: ۲۵۰]

''اے اللہ ہمیں صبر کی توفیق فرما اور ہمیں ثابت قدم رکھ۔ اور

کفار کے خلاف ہماری مدد فرما جب ان لوگوں نے صبر کا اس قدر مظاہرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے معیت والے وعدے کو یوں پورا کیا کہ ان مٹھی بھر صابرین کو کافروں کے بہت بڑے لشکر پر فتح عطا فرمائی۔''

چناں چہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ قَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَ اٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ﴾ [البقرة: ۲۵۱]

''تو ان صبر کرنے والوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کفار کو شکست دی اور حضرت داؤد علیہ السلام نے (کافروں کے کمانڈر) جالوت کو قتل کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو بادشاہی اور حکمت (نبوت) عطا فرمائی اور جو چاہا انہیں علم سکھایا۔''

ان آیاتِ بینات سے اللہ تعالیٰ کے وعدے کی صداقت بھی ثابت ہوتی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کے لیے اپنی معیت کا اعلان فرمایا تو پھر اس وعدے کو پورا بھی کر دکھایا تا کہ لوگوں کو یقین آ جائے کہ اللہ تعالیٰ کی معیت، مدد، نصرت وحمایت حاصل کرنے کے لیے صبر جیسا عزیمت کا عمل اختیار کرنا چاہیے۔

عزیز قارئین:

گزشتہ ساری بحث سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوئی کہ کچھ ایسے خوش نصیب بھی ہیں کہ جن کا اللہ تعالیٰ ساتھی ہے اور جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد، نصرت اور حمایت کا بطور خاص وعدہ فرمایا ہے۔ اگر ہم بھی چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا ساتھی بن جائے اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہو جائے تو ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین پر ایمان لائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل وجان سے اطاعت وفرماں برداری کریں۔ اور دین اسلام کی ترویج واشاعت اور سربلندی کے لیے اپنا تن من دھن قربان کر دیں اور دین اسلام اور اسے اپنانے والے مسلمانوں کی مدد اور ان سے تعاون کرنے کو اپنا فرض سمجھیں۔ کفار سے دوستی کی بجائے انہیں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، دین اسلام اور اپنا دشمن سمجھیں اور اگر وہ مسلمانوں سے جنگ کریں تو پھر ہم بھی تمام تر وسائل کے ساتھ کفار کا میدانِ قتال وجہاد میں مقابلہ کریں۔ نماز کی پابندی کریں، زکوٰۃ ادا کریں، وقت اور جان حتی کہ اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کریں۔

اپنے اندر تقویٰ وپرہیزگاری پیدا کریں ہر قسم کے گناہوں سے بچیں حتی کہ شکوک وشبہات کی آلودگی سے بھی اپنے دامن کو بچائیں۔ اور اگر کبھی مشکل حالات پیدا ہو جائیں جیسا کہ آج کل ہیں کہ ساری دنیا کا کفر مل کر اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے لیے کمر ہمت باندھ چکا ہے۔ مگر افسوس کہ مسلم حکمران نہ صرف یہ کہ خواب غفلت میں پڑے ہیں بلکہ کفار کی چاپلوسی میں لگے ہوئے ہیں۔ تو ایمان پر ثابت قدم رہتے ہوئے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ جب یہ سارے کام ہم کریں گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ بھی اپنے وعدے کے مطابق ہمارا حامی ومددگار بن جائے گا کہ

من اصدق من الله حديثا .

اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی بات کرنے والا کوئی دوسرا ہو ہی نہیں سکتا۔ اور یہ کہ

ان الله لا يخلف الميعاد .

اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف بھی نہیں کرتا۔ بس ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اسلام کو اپنانے میں اور حق کی آواز لوگوں تک پہنچانے میں کمی اور سستی نہ کریں۔ تو اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿ واوفو بعدی اوف بعهدكم﴾

تم میرے وعدے کو پورا کرو تو میں تمہارے وعدے کو پورا کروں گا۔

اللہ تعالیٰ کے حضور عجز وانکساری سے دعا اور عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ صفات اور خوبیاں پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے جن کی وجہ سے ایک کمزور ونحیف انسان اللہ ربّ العزت کی معیت کا حق دار بن جاتا ہے۔ آمین ثم آمین

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنَا اِلٰى حُبِّكَ .

یادِ رفتگاں

عبدالرشید عراقی

مولانا عطاء الرحمان اشرف رحمہ اللہ

جامعہ رحمانیہ (سابقہ ابراہیمیہ) سیالکوٹ کے سابق نائب شیخ الحدیث اور مولانا محمد علی جانباز مرحوم ومغفور کے دیرینہ رفیق مولانا عطاء الرحمٰن اشرف ۲۶ جنوری ۲۰۱۰ء بروز بدھ سیالکوٹ میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا عطاء الرحمان اشرف علوم نبوت کے وارث تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو عظیم داعی بنایا تھا اور مسلمانوں کی فکر اور انقلاب امت کے لیے تڑپنے والا دل عطا فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جس طرح اپنے تلامذہ ومستفیدین اور متعلقین میں محبوبیت عطا فرمائی تھی اسی طرح اپنے معاصرین اور اپنے اساتذہ واکابرین کے محبوب نظر تھے۔ وہ اپنے علم وعمل، اخلاص وللّٰہیت، طہارت وتقویٰ اور ظاہر وباطن کے توافق کے لحاظ سے اپنے دور میں ممتاز اور مرجع کی حیثیت رکھتے تھے۔ مولانا عطاء الرحمان کی خدمت دین، وسعت تعلق، احترام اساتذہ واکابر، اور ارباب علم وفضل سے تعلقات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

مولانا عطاء الرحمان اشرف کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کا شمار پاکستان کے نامور اور ممتاز علمائے حدیث میں ہوتا تھا۔ تمام علوم اسلامیہ پر ان کو یکساں قدرت حاصل تھی۔ حدیث نبوی ﷺ ان کا پسندیدہ موضوع تھا۔ فقہ اور تاریخ وسیر پر بھی ان کا مطالعہ وسیع تھا۔ ان کی ساری زندگی درس وتدریس میں بسر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت کا جو حصہ عطا فرمایا تھا وہ ان لوگوں پر مخفی نہیں جنھوں نے مولانا مرحوم کے ساتھ تھوڑا وقت گزارا اور مولانا کا ہر بول حکمت سے بھرا ہوا ہوتا تھا۔ اور ان کی صبح وشام سنت رسول ﷺ کی پابندی میں گزرتی تھی۔ آپ طلباء پر نہایت ہی شفیق تھے اور دل وجان سے طلباء کی خدمت فرماتے۔

مولانا عطاء الرحمان اشرف بیک وقت ایک عالم دین بھی تھے، مدرس بھی تھے، واعظ بھی تھے، خطیب بھی تھے، مفتی بھی تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو سیاسی بصیرت بھی عطا کی تھی۔

مولانا عطاء الرحمان اشرف کی طبیعت میں اعتدال، رائے میں توازن، فکر میں گہرائی اور معاملات میں دور اندیشی آپ کا طرہ امتیاز تھی۔ موقع پرستی کی سیاست سے دور، حصولِ اقتدار کے لیے ضمیر فروشی سے بیزار، اور ذاتی مفاد کے لیے ملت کا سودا کرنے کی لعنت سے آپ ہمیشہ پاک وصاف رہے۔ مولانا مرحوم اپنی وضع کے پابند، اخلاق وشرافت کا مجسمہ اور علم وحلم کا پیکر تھے۔ ان کی وفات سے جماعت اہل حدیث پاکستان کو جو نقصان پہنچا اور بہت بڑا خلا پیدا ہوا ہے۔ اس کا پر ہونا ناممکن ہے۔ بلاشبہ اس دور قحط الرجال میں مولانا عطاء الرحمٰن اشرف جیسی نادر روزگار ہستی جماعت اہل حدیث پاکستان کے لیے ایک انمول ہیرا تھی۔

اب نہ آئے گا نظر ایسا کمال علم و فن
گو بہت آئیں گے دنیا میں رجال علم و فن

تدریس میں مولانا عطاء الرحمان مرحوم کا ایک مقام تھا اور ایسی شخصیت برسوں میں تیار اور میسر ہوتی ہے۔ ایسی ہی عظیم شخصیات کے بارے میں شاعر مشرق نے فرمایا تھا:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مولانا عطاء الرحمان اشرف ۱۸ فروری ۱۹۳۷ء ضلع سیالکوٹ کے قصبہ برج ارائیاں میں پیدا ہوئے۔ والد محترم کا اسم گرامی مولانا امام الدین تھا۔ مولانا کی عصری تعلیم میٹرک اور اس کے علاوہ ''مولوی فاضل'' بھی تھے۔ ۱۹۵۲ء میں دینی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان کے ابتدائی اُستاد مولانا محمد عبداللہ مظفر گڑھی مرحوم سابق خطیب جامعہ منانیہ وزیر آباد تھے۔ ۱۹۵۳ء میں مولانا عطاء الرحمان جامعہ اسلامیہ

گلشن آباد گوجراں والا تشریف لے گئے۔ یہاں آپ نے درج ذیل اساتذہ سے اکتسابِ فیض کیا:

۱: مولانا محمد نذیر کھوکھر کی۔ گوجراں والا
۲: مولانا محمد عبداللہ میر پوری
۳: مولانا عبدالخالق۔ ۴: مولانا محمد قاسم
۵: مولانا امان اللہ دیوبندی

جامعہ اسلامیہ گوجراں والا میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد مولانا عطاء الرحمان اشرف نے جامعہ سلفیہ فیصل آباد کا رخ کیا۔ یہاں آپ نے حضرت العلام شیخ العرب والعجم حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ، مولانا شریف اللہ خاں سواتی اور پروفیسر غلام احمد حریری رحمہم اللہ سے علومِ اسلامیہ میں استفادہ کیا۔ جامعہ اسلامیہ گوجراں والا اور جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز مرحوم ومغفور اور مولانا فاروق الراشدی حفظہ اللہ آپ کے ہم درس تھے۔ ۱۹۶۵ء میں آپ نے تدریس کا آغاز کیا اور اس کا آغاز جامعہ ابراہیمیہ میانہ پورہ سیالکوٹ سے کیا۔ بعد ازاں جب جامعہ ابراہیمیہ ناصر روڈ سیالکوٹ میں اپنی بلڈنگ میں منتقل ہوا۔ تو مولانا جانباز مرحوم کے ساتھ آپ بھی تشریف لے آئے اس مدرسہ میں آپ نے ۲۰۰۸ء تک تدریسی خدمات انجام دیں۔

مولانا عطاء الرحمان اشرف کو پروف ریڈنگ میں خاصی مہارت حاصل تھی۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ آپ عربی واردو کے ماہر پروف ریڈر تھے۔ مولانا جانباز کی سنن ابن ماجہ کی عربی شرح ''انجاز الحاجہ'' اور مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کی شاہکار تصنیف ''تاریخ اہل حدیث'' کی آپ نے پروف ریڈنگ کی۔

مولانا عطاء الرحمان اشرف بڑے زندہ دل، خوش مزاج اور اعلیٰ اخلاق کے حامل تھے۔ راقم جب بھی جامعہ رحمانیہ (ابراہیمیہ) مولانا جانباز کی خدمت میں حاضر ہوتا تو ان سے بھی ملاقات ہوتی۔ بڑی خندہ پیشانی سے ملتے۔ حال احوال دریافت کرتے۔ مولانا مرحوم کی علوم اسلامیہ پر وسیع نظر تھی۔ جب بھی ان سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو اس کو حوالہ سے بیان فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ بڑے زندہ دل اور ملنسار تھے۔

راقم کو ۲۶ جنوری تقریباً دس بجے صبح حافظ عبدالرحمٰن مہتمم جامعہ رحمانیہ سیالکوٹ نے ٹیلی فون کیا کہ مولانا عطاء الرحمان اشرف کا انتقال ہوگیا ہے۔ ۲ بجے دوپہر جناح اسلامیہ کالج کی گراؤنڈ میں نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اُسی دن میری ایک قریبی عزیزہ کا سمبڑیال میں انتقال ہوگیا تھا اس کی نماز جنازہ کا وقت ۲ بجے دوپہر تھا جس کی وجہ سے راقم مولانا کے جنازہ میں شرکت نہ کرسکا۔

میری نمائندگی مولوی ابوعمر عبدالعزیز سیال سوہدروی نے کی۔ مولوی عبدالعزیز صاحب نے شام کو مجھے بتلایا کہ مولانا عطاء الرحمان کا جنازہ بہت بڑا تھا۔ اتنا بڑا جنازہ میں نے سیالکوٹ کی تاریخ میں نہیں دیکھا۔ جنازہ میں علامہ پروفیسر سینیٹر ساجد میر حفظہ اللہ، مولانا فاروق الراشدی، مولانا حافظ محمد الیاس اثری، مولانا عبدالغفور اثری، مولانا عبدالغفار بمبانوالا، مولانا عبدالغفور طاہر، قاری حافظ عبدالرحمان، مولانا عبدالحنان جانباز، پروفیسر عبدالعظیم جانباز، پروفیسر میاں محمد یوسف سجاد، انجینئر حافظ ابتسام الٰہی ظہیر، اور کئی دوسرے علمائے کرام نے شرکت کی۔ جنازہ سے قبل پروفیسر علامہ سینیٹر ساجد میر حفظہ اللہ نے مختصر خطاب میں فرمایا کہ

مولانا عطاء الرحمٰن اشرف جامعہ ابراہیمیہ میں میرے اُستاد تھے۔ اس جامعہ کا میں مہتمم بھی رہا۔ مولانا عطاء الرحمان بڑے زندہ دل اور خوش مزاج عالم دین تھے۔ تمام علومِ اسلامیہ پر ان کی نظر وسیع تھی۔ مسائل کی تحقیق میں ان کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کی خطاؤں کو معاف فرمائے اور ان کا مقام علیین میں کرے۔

مولانا عطاء الرحمان اشرف کا جنازہ دوبار پڑھا گیا۔ پہلا جنازہ انجینئر حافظ ابتسام الٰہی ظہیر نے پڑھایا۔ اور دوسرا جنازہ مولانا حافظ محمد الیاس اثری نے پڑھایا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے اور جنت الفردوس میں داخلہ فرمائے، آمین۔

داغ فراق وصحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول

کیا اللہ تعالیٰ کہنا سنت مؤکدہ نہیں؟

کیا خدا کہنا سنت کے مطابق ہے؟

تالیف: رشید اللہ یعقوب

ضخامت: ۱۴۴ صفحات

ناشر: رحمۃ للعالمین ریسرچ سنٹر مکان نمبر ۸، زمزمہ سٹریٹ نمبر ۳، کلفٹن کراچی ۷۵۶۰۰

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

زیر تبصرہ کتابچے کے مؤلف رشید اللہ یعقوب لفظ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ ہی کہنے کے روادار ہیں۔ ان کا موقف ہے کہ انہوں نے یہ کتابچہ اسی معنی ومفہوم کی ترویج واشاعت کے لیے عوام الناس کی رہنمائی کی خاطر زیور طبع سے آراستہ کیا ہے۔ گو یہ ایک نیا موضوع بحث ہے۔

معنی ومفہوم میں جو وسعت وگہرائی لفظ ''اللہ'' کو حاصل ہے وہ لفظ ''خدا'' میں نہیں پائی جاتی۔ شارع علیہ السلام کی زبان عربی تھی اور قرآن وحدیث کے الفاظ بھی عربی میں ہیں۔ اس لیے مسلمانانِ عالم آیات واحادیث کے ترجمے کرتے وقت جہاں لفظ اللہ کا ترجمہ کریں وہاں لفظ اللہ ہی لکھیں تو یہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ باقی رہا لفظ ''خدا'' کا استعمال تو یہ لفظ فارسی اور اردو دان طبقہ استعمال کرتا ہے۔ لفظ خدا سے مراد تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی ہی لیتے ہیں۔ اور بیشتر اردو ترجمہ کرنے والے احباب اور مفسرین لفظ خدا استعمال کرتے آئے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحابِ پیمبر علیہ السلام سے لفظ خدا کبھی نہیں نکلا تھا کیوں کہ اُن سب کی زبان عربی تھی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فارس سے مدینہ منورہ گئے تھے انہوں نے بھی شاید لفظ خدا استعمال نہیں کیا ہوگا۔ واللہ اعلم

اس لیے وسیع المعانی ومفہوم کے تحت لفظ خدا یا انگریزی میں لفظ (God) سے پرہیز کرتے ہوئے لفظ ''اللہ'' کو مستعمل کیا جائے۔ خوب صورت پرنٹنگ میں یہ کتابچہ اسی موضوع پر تحریر کیا گیا ہے۔

الانتقاد (شمارہ خاص: علامہ شمس الحق عظیم آبادیؒ)

مدیر: محمد تنزیل الصدیقی الحسینی

ضخامت: ۱۲۷ صفحات

قیمت: ۸۰/- روپے

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

کراچی کے ایک فاضل دوست جناب محمد تنزیل الصدیقی الحسینی نے ''الانتقاد'' کے نام سے ایک کتابی سلسلے کا آغاز فرمایا ہے۔ علم وادب سے ان کا گہرا واسطہ ہے۔ اب تک ان کے مکتبے ''دارالاحسن'' سے کئی ایک چھوٹے بڑے کتابچے و پمفلٹ اور کتب شائع ہو چکی ہیں۔

زیر تبصرہ ''الانتقاد'' کا یہ شمارۂ خاص ہے۔ اگست ۲۰۱۰ء کی اس اشاعت کو انہوں نے برصغیر کے عظیم البرکت محدث وعالم دین، صاحب شرح عون المعبود علامہ شمس الحق صاحب عظیم آبادی رحمہ اللہ کی سوانح وعلمی خدمات پر پیش فرمایا ہے۔

علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ نے ساری زندگی علم حاصل کیا اور علم حدیث کو آگے منتقل فرماتے رہے۔ آپ کے اساتذہ میں شیخ الکل

علامہ سیّد نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ جیسے عظیم محدث بھی شامل ہیں۔ علامہ شمس الحق عظیم آبادی کے متعلق ایسے مشاہیر اہل قلم واہل علم اور ادیب حضرات کے مضامین شامل اشاعت کیے گئے ہیں جو اہل علم حلقوں میں جانے پہچانے جاتے ہیں۔ چند مضامین نگاران کے نام یہ ہے:

ا: حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمہ اللہ نے علامہ موصوف کی وفات کے موقعے پر ایک شذرہ اپنے اخبار ''اہل حدیث'' امرتسر میں تحریر فرمایا تھا۔

٢: علامہ ابوالقاسم سیف رحمہ اللہ نے ایک بڑا معلوماتی مضمون لکھا تھا وہ بھی شامل اشاعت ہے۔ اسی طرح

٣: حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ نے ہفت روزہ الاعتصام ١٩٧٠ء کی ١١ دسمبر والی اشاعت میں علامہ ڈیانوی کی حیات وخدمات پر بڑا مفید معلومات افزا مضمون شائع کیا تھا، یہ مضمون بھی اس میں شائع کیا گیا ہے۔

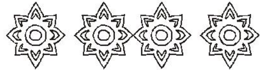
٤: محمد احسن اللہ ڈیانوی اور

٥: محمد تنزیل الصدیقی کے مضامین بھی شامل ہیں۔

اسی طرح علامہ موصوف کی حیاتِ علمیہ پر ایک جان دار اور وقیع علمی مضمون مولانا عزیز احمد مدنی (دہلوی) کا ہے۔ مولانا ضیاء الدین اصلاحی (انڈیا)، مولانا عبدالسلام مبارک پوری، مولانا یاسین شاد ملتانی کے مضامین بھی زینت کتاب ہیں۔

''الانتقاد'' کے اس شمارے میں چند کتب پر تبصرہ بھی کیا گیا ہے۔ یہ تبصرے بھی علمی وادبی ذخیرے سے کم نہیں۔ یہ کتابی سلسلہ اپنے اندر بے شمار ومفید علمی معلومات سموئے ہوئے ہے۔ نیوز پیپر پر طباعت اور کمپیوٹر کمپوزنگ ہے۔

ناشر مکتبہ دارالاحسن ہے اور ٦٤ نعمان سینٹر، گلشن اقبال بلاک ٥، کراچی کے پتے پر دستیاب ہے۔ اردو بازار لاہور سے دارالکتب السّلفیہ اقراء سنٹر پر بھی یہ موجود ہے۔ شائقین حاصل کر سکتے ہیں۔



نعت رسولِ مقبول ﷺ

مبارک ہو جہاں والو! تمہارا رہنما آیا
خدائے پاک کا بھیجا ہوا اِک مقتدا آیا

وہ پیغمبر، زمانہ منتظر تھا جس کی آمد کا
شہِ کونین فخر انبیاءؐ شمس الضحیٰ آیا

بھٹکتے پھر رہے تھے ہم بیابانِ ضلالت میں
ہماری رہبری کو پیکرِ صدق و صفا آیا

نہیں جس کا کوئی ثانی امانت میں دیانت میں
وہ مردِ حق مقدس سر گروہِ اصفیا آیا

سکھائے جس نے پھر انسان کو آئینِ جہانبانی
سراپا رحمتِ عالم حبیب کبریا آیا

شہِ انسانیت کا تاج جس کے سر پہ زیبا ہے
شرافت کا، رہِ انسانیت کا رہنما آیا

وہ جس نے اپنے جانی دشمنوں کو بھی دعائیں دیں
وہ بن کر رحمۃ للعالمینؐ حق آشنا آیا

ہزاروں دکھ کیے برداشت راہِ عدل میں جس نے
وہ غمخوارِ حقیقی رہنمائے دو سرا آیا

ہوئے ویران جس کے دور میں مرکز بطالت کے
وہ مردِ حق پرست آیا، وہ صادق رہنما آیا

نکالا ڈوبتوں کو جس نے دریائے جہالت سے
مریضانِ ضلالت کے لیے بن کر شفا آیا

پکارا قدسیوں نے نوع انساں کو مبارک ہو
وہ ختم المرسلینؐ آیا وہ محبوبِ خدا آیا

شجر اور کوہ نے جس کی نبوت کی گواہی دی
وہی شاہِ مدینہ اور ختم الانبیاءؐ آیا

مچادی دھوم ایسی دینِ حق کی بزمِ عالم میں
کہ اٹھا غلغلہ فخرِ رسالت مصطفیٰ آیا

زبانِ حال سے اصنام بولے سرنگوں ہو کر
علم بردارِ وحدت، دشمن مکر و ریا آیا

زبانِ رازؔ ہر دم مدح خوانی کرتی رہتی ہے
اسے نعت نبیؐ پاک میں ایسا مزہ آیا

[مولانا محمد داؤد راز رحمہ اللہ]